تبلیغ کے پردہ میں چونکا دینے والے حقائق

چلو تبلیغ میں

منافقت کی حیرت خیز ننگی تصویر

محمد سعید قادری کانپوری

ملنے کا پتہ
مکتبہ رحمانیہ رضویہ ۔ گلی مہر بگو ۔ گوجرانوالہ
مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

بعد حمد و صلوٰۃ۔ امّا بعد۔ ابھی گھر میں تھوڑا سا کام باقی تھا جس کی وجہ سے دکان پر نہ جا سکا۔ معاً مولانا محمد شریف صاحب تشریف لائے کہ یہ کتاب حاضر ہے۔ "چلو تبلیغ کریں" پر مختصر پیش لفظ لکھ دو محض رضائے الٰہی کے لئے ذخیرۂ آخرت سمجھ کر قبول کیا۔ جب کتاب کا مطالعہ کیا تو یقین جانیئے اتنی دلچسپ کتاب جو مذہبی رنگ میں ہو میری نظر سے آج تک نہیں گزری بالکل نیا انداز ناولانہ رنگ جدید طرز ایک صفحہ شروع کیجئے تو کتاب ختم کرکے ہی دم لوگے۔ جناب مصنف حضرت العلام علامہ مولانا محمد سعید صاحب مدظلہٗ ہزار بار تحسین حقدار ہیں اس پر ان کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ میں نے "پیش لفظ" لکھنے کو ضروری نہ جانا کیونکہ کتاب بذاتِ خود بڑی دلچسپ ہے۔ اس لئے میرے جیسے نا اہل کا کچھ تحریر کرنا سورج کے آگے چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن محترم مولانا محمد شریف صاحب اور مولانا باغ علی تکرار کرنے لگے کہ جناب کچھ تحریر کر دیں بڑی مہربانی ہو گی تو ان کے اصرار پر چند سطریں ہدیہ ناظرین ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ تبلیغی جماعت والے جب کسی کے پاس جاتے ہیں تو اپنے مخصوص انداز میں رٹے رٹائے فقرے تسبیح ہاتھ میں امیر صاحب آگے بڑھتے ہیں۔

امیر تبلیغی جماعت۔ بلا تمیز نامعلوم کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے السلام علیکم ذرا کھڑے ہو کر ان اللہ کے بندوں کی بات سن لیں۔

مخاطب! کہیئے کیا کہتا ہے؟

امیر صاحب، بڑے متقی بنتے ہوئے بھائی ہم دنیا میں آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے کہ اس کی عبادت کریں لیکن ہم اس کو بھول کر یہ کرتے وہ کرتے ہیں آخرت میں جانا ہے کچھ اس کے لئے بنا لیا جائے اس لئے ذرا مسجد میں تشریف لائیں دین کی باتیں ہوں گی۔ عام لوگوں کے سامنے تو ایسی کچھ فریب تقریر لیکن اگر کوئی مذہبی گفتگو کرنا چاہے تو یہی فریب کی چال چلتے ہیں کہ ہم بحث میں نہیں پڑتے ہم تو سیدھے سادے مسلمان ہیں جی۔ مسجد میں آئیں جماعت کے ساتھ چلیں سب سمجھ میں آجائے گا۔ بظاہر اللہ کے دین کا بہانہ اندرون خانہ نجدی تعلیم پھیلا کر فساد ڈالتے ہیں۔ مسلمانوں میں جو خاموش انتشار ہے جس کے بارے میں کسی عام آدمی کو دور دور تک بھی پتہ نہ چلے جیسا کہ منافقین کے بارے میں ارشاد باری ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ پیش خدمت ہے۔

وہ اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں" (البقرہ آیت ۱۱-۱۲) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی" (البقرہ آیت ۱۶) ترجمہ رضویہ از کنزالایمان۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر اور ترجمہ تھانویہ کا بھی یہی مفہوم ہے صرف انداز اپنا اپنا ہے"

جان لیا آپ نے منافقین کی روز ازل سے روش کہ خود اللہ عزوجل فرما رہا ہے کہ یہ نیکی کے بہانے مسلمانوں میں انتشار ڈالتے ہیں تو بدبخت اُس کو یہی کہنے لگے کہ ہم تو نیکی پھیلا رہے ہیں۔ ان کے تکبر کا یہ عالم آج بھی دیکھ سکتے ہیں جب آدمی تبلیغی جماعت میں چلے وغیرہ کاٹ کر پکا ہو جاتا ہے تو بجائے عاجز اور نیک

ہونے سے منکر ہو جاتا ہے (حوالہ کیلئے دیکھئے تجلی دیوبند دسمبر و نومبر ۱۹۵۶ء) بجو زیر و زبر
کیونکہ ان کے خیال فاسد میں یہ ہوتا ہے دین کے ساتھ ساتھ دنیا کے خوب مزے لئے جائیں
جماعت میں جانے کی برکت سے یہ سب معاف ہوتے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بجائے
نفس کی اصلاح کے نفسانی خواہشات کا اتباع بڑھ جاتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
کا سہارا لے کر اسی کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے پر اچھا اثر پڑنے
کے برا اثر پڑ رہا ہے۔ مثال کے طور پر جب انڈیا میں تبلیغی جماعت قائم ہوئی تو اس وقت
اس جماعت کے ساتھ گنتی کے چند افراد تھے۔ لیکن معاشرے کا یہ عالم تھا کہ لوگوں میں دین
کی محبت اور اخلاق تھا دین پر کٹ مرنے کو تیار رہتے تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ذرہ ذرہ
سی بات پر خدا سے ڈرتے حیا تھا۔ پردہ تھا۔ بزرگوں کا ادب تھا حلال و حرام کی تمیز تھی۔
پیسے کی دوڑ بہت کم تھی کوٹھیاں اور بنگلے بنانے کی بجائے سادہ گھر بناتے تھے۔ ہر وقت اللہ
کے نیک بندوں کے کارناموں کا ذکر کر کے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کا عہد کرتے
تھے۔ لیکن اب بقول ان کے لاکھوں کا مجمع ہے لیکن بے حیائی کا یہ عالم ہے کہ اگر عورت کا
بالکل برہنہ ہونے میں ہی خوبصورتی ہو تو وہ ایسا کرنے سے بھی گریز نہ کرے۔ ان ظالموں
نے بچے کا پہلا مکتب (جو عورت ہے) خراب کر کے رکھ دیا ہے اس بہانے سے کہ عورت خاوند
کی رضا کے لئے ہر فیشن کر سکتی ہے۔ اس دلیری سے وہ نیم عریاں ہو گئی ہے تمام معاشرے
بلکہ ان کے گھروں میں دیکھ لیجئے خدا کی قسم عورت کا ہر ہر عضو باوجود کپڑے پہننے کے ننگا
نظر آ رہا ہے۔ ماڈرن شہروں میں تو پردہ — سے ہی ختم۔ عورت کو جو مقام ہمارے اللہ
اور رسول نے دے دیا ہے دنیا کا کوئی اور مذہب خواہ وہ کتنا ترقی پسند ہو وہ
مقام نہیں دے سکتا۔ بے حیائی پھیلانے کا یہی راستہ ہے جو یہود و نصاریٰ نے دین کے

بہانے مسلمانوں میں پھیلایا۔ دین سے محبت یکسر ختم حلال و حرام کی تمیز کوئی نہیں کسی کے حق کی قطعاً پہچان نہیں۔ کیا نیکی پھیلانے کا یہی اثر ہوتا تھا بگڑا ہوا معاشرہ صحیح ہوتو مثال دی جا سکتی تھی کہ ان بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے کہ لوگ بے راہ روی کو چھوڑ کر نیکی کی راہ پر گامزن ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر مزید بگڑ جائے تو اندھوں کو بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ واقعی فتنہ و فساد پھیلا رہے ہیں دین کے خلاف چل رہے ہیں۔ بُرائی کبھی بھی مسلمانوں میں بُرائی کے نام پر نہیں پھیل سکتی۔ جب پھیلی گی مذہب کے نام سے پھیل گی۔ جو کام اور طریقہ سلف کے طریقے کے سراسر خلاف ہوگا وہ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے وہ سراسر فساد ہے نیکی نہیں۔ ہم یقیناً مسلمانانِ اہلِ سُنّت کو بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ نہ تو یہ طریقہ صحابہ والا ہے اور نہ ہی تعلیم ہمارے پیارے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم والی ہے اس کا اقرار خود یہ تبلیغی جماعت نے کیا ہے۔ ایک بار (مولانا الیاس) نے فرمایا۔" حضرت مولانا تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے"۔ (ملفوظات الیاس ص۵۸) یہ عبارت تبصرہ کی محتاج نہیں صاف واضح ہے کہ یہ کام سارے کا سارا ایجادِ بندہ ہے۔ سلف کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اللہ کا نیک بندہ تو صرف ایک گناہوں کی وادی میں چلا جائے تو وہ وادی اللہ کے فضل سے نیک اور صالح بن جاتی ہے۔ لوگ گناہوں سے توبہ کرنے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ محض رضائے الہٰی کے لئے کام کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ ہند الولی جناب خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ عنہ۔ اللہ ان کے مرتبے اور بلند کرے۔ یا سید علی ہجویری داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ وغیرہ کی شخصیتیں آپ کے سامنے ہیں یہ تن تنہا ہی رضائے الہٰی کے لئے نکلے تھے۔ صرف تقویٰ تھا خدا کا خوف تھا کیونکہ تقویٰ کی عمارت ہی مسلمان کا اصل ہے

ہے نہ کہ یہ جو قبر میں ہی عذاب بن جائیں گے۔ اسی لئے ان کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ لوگ شرک و کفر سے تائب ہو کر رضائے الٰہی کی جستجو کرنے لگے۔ لیکن ان نجدیوں کی تبلیغ کا یہ اثر ہے کام تو رضائے ابلیس کے کر رہے ہیں اور لیبل رضائے الٰہی کا لگا رکھا ہے۔ تعلیم اپنے مخصوص فرقے کے ملاں کی پھیلا رہا ہے۔ جس کی تعلیم کے بارے میں یہ سارا طبقہ بھی متفق نہیں۔ اور کہا ہے کہ تھانوی تعلیم میں بھی غلط نظریات کی آمیزش ہے۔ (دیکھئے اتمام البرہان غلام خاں پنڈوی کی) اور لیبل رسول اکرم کی تعلیم کا لگا رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔ تعلیم کس قسم کی ہے یہ بھی ان ہی کی زبانی سُن لیجئے۔ موصوف مولوی ظہیر الحسن کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔ "ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے۔ میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں۔" اس کے آگے ابوالحسن ندوی نے ایک راز کی بات ظاہر کر دی کہ "ایک روز (مولوی الیاس نے) بڑی حسرت سے فرمایا کہ میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔" غور فرمائیے نہ لوگوں کو نمازی بنانا مقصود ہے نہ تعلیم رسول مقصود ہے۔ نہ طریقہ صحابہ ہے۔ بلکہ ایک نئی قوم بنانے کی حسرت ہے۔ بتایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو کونسی جدید قوم بنانا چاہتا ہے۔ معلوم ہوا کوئی سازش ضرور ہے جو اس کام کے پیچھے کار فرما ہے۔ اب بھی تم نہ سمجھو تو یہ تمہارے نصیب کی بات ہے۔ تو لے بھائی جو نمک خود خراب ہو وہ دوسروں کے کھانوں کو خراب کرے گا۔ بے ذائقہ بنائے گا یا جو دریا کے ظلمت میں خود غوطہ زن ہو اور ڈوب رہا ہو وہ دوسروں کو کیا بچائے گا۔ یہی وجہ ہے معاشرہ دن بدن بگڑ رہا ہے۔

منافقت بڑھ رہی ہے۔ عیاری، بے ایمانی بے حیائی نفس پرستی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگ پیسے کی دوڑ میں سودی کاروبار کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور وہی لوگ کار ہیں نے کر رائے ونڈ ہر سال دعا مانگنے کے لئے پیش پیش ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ خوشی سے ان کی مثالیں دیتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دغا بازوں اور منافقوں کی کئی نشانیاں بتائی ہیں جن میں سے ایک تحریر کرتا ہوں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ترجمہ (یعنی ہوں گے آخر زمانے میں فریب کرنے والے جھوٹے مکار لوگ لائیں گے تمہارے پاس ایسی حدیثیں کہ نہ سُنی ہوں گی۔ تم نے .... سو بچاؤ تم اپنے تئیں اُن سے اور ان کو اپنے سے اس لئے کہ کہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ و فساد میں نہ ڈال دیں۔" (بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ صحیح مسلم بحوالہ فتح المبین اور شاہراہ تبلیغ قاضی عبدالسلام خلیفہ تھانوی)

ان کی خاص نشانی یہ فرمائی کہ "ان لوگوں کے اونچے اونچے پائنچے ہوں گے" (فتح المبین ص۲۲ طبع مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ) لطف کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب دیوبندیوں نے شائع کی ہے۔ ربِّ ذوالجلال کی قسم تبلیغی جماعت کے افراد کو دیکھ لیجئے ان کے پائنچے اونچے اونچے ہوتے ہیں۔ اسی نشانی کے بعد مزید کوئی ضرورت نہیں۔ اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ!

احقر ناچیز شیخ محمد افضل سُنّی حنفی بریلوی

۲۳/۱۲/۸۶

قلم کیوں چلا؟

منافق مصنفین کی خطرناک افسانہ نگاری سے متاثر ہوکر قلم کو اس رخ موڑا جا رہا ہے

اب نہ سر پیٹنا کہ اولیائے کرام اور رہنماؤں کا مذاق اڑا کر ہم کو کتنی عبرتناک سزا ملی ہے۔ راہ تم نے بنائی۔ اس ڈگر پر پہلے تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں۔ اب جواب سننے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس قسم کی کتابیں لکھنے کا موڈ بالکل نہیں تھا۔ مگر اتفاق سے ماہر القادری ایڈیٹر فاران کراچی کا ایک مضمون نظر سے گزرا۔ جس کی سرخی تھی ”عرس میں“

اس مضمون کا انداز بیان مزاحیہ تھا اور اسمیں مزارات اولیاء پر مرد عورت میں تعلقات کا فحش نقشہ کھینچا گیا تھا۔ دیکھ کر بے پناہ صدمہ ہوا اور فوراً یہ ارادہ کر لیا کہ اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔

میری کتاب ”چلو تبلیغ کریں“ اسی سے متاثر ہوکر منظر عام پر آئی۔ میں نے ارجنٹ اس کتاب کو مرتب کیا۔ مگر اقتصادی دشواریوں کی وجہ سے جلد طباعت کی منزل سے نہ گذر سکی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب یہ دلچسپ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں نے اس کتاب میں کہاں تک اپنے مسلک کی ترجمانی کی ہے؟ یہ ارباب علم و دانش ایک ہی نظر میں سمجھ لیں گے۔ ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ اپنی قیمتی رائے سے ضرور مطلع فرمائیں۔ یہاں یہ تذکرہ بھی فضول نہ ہوگا کہ ایڈیٹر فاران کے مضمون میں فحش تصور تھا۔ میں نے اس تصور سے کتاب کو پاک رکھا ہے تاکہ ایک قاری سنجیدگی کے ساتھ پوری کتاب ختم کر سکے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ خانقاہوں سے تعلق رکھنے والے معصوم ہوتے ہیں۔ گناہ اُن سے ہوسکتا ہے۔ مگر پیارے جو کریے اُس کو کمپو جنرل طریقے سے سب کے خلاف غلط نظریہ پیش کرنا کہاں تک درست ہے ؟

مگر ان لوگوں سے اس کی امید رکھنا ہی بیکار ہے۔ جو پیغمبروں کی شان میں گستاخی کرنا اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہوں۔ دیوبند کے رسوائے زمانہ رسالہ کے جارحانہ اقدام سے متاثر ہو کر ایک کتاب "دفاعی مورچے" ترتیب کر رہا ہوں جس میں تجلی اور دیگر اخبارات ورسائل نیز وہابیوں کی نئی نئی شرارتوں کا پردہ چاک کر دیا جائیگا۔ اپنے طرز کی یہ واحد کتاب ہوگی جو دنیائے وہابیت میں زلزلہ پیدا کر دے گی۔ دعا فرمائیے کہ پروردگار عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں دین حق کی حمایت میں قلمی جہاد میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ مرتدوں کے پھیلائے ہوئے زہر کا تریاق قوم کے پاس پہنچتا رہے۔

ایک ضروری گزارش اپنی جماعت کے اُن اہل قلم حضرات سے ہے جو اس فن میں ماہر ہیں کہ وہ میری کتابوں کے ان حصوں سے مجھے مطلع فرمائیں جو قابل اعتراض ہوں یا جہاں کچھ کمی بیشی کی ضرورت ہو تاکہ اس کو آئندہ ایڈیشن میں شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا جائے۔

سن مجھ سے شور جگر افگار کا قصہ۔ اب اور کہانی کوئی آتی نہیں مجھ کو

سعید غفرلہ

جمعہ ۷ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

چلو تبلیغ کریں

میں تمہارے لئے بنارس کی ساڑھی لاؤں گا۔ بیگم !
نظام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہاں تم تو ہمیشہ ہی تحفے لاتے ہو نا؟ بڑے آئے لانے والے۔ نظام کی اہلیہ نجمہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

آج تمہارا موڈ کیوں خراب ہے بیگم! نظام نے پوچھا۔

موڈ کیوں خراب ہونے لگا۔ آپ بلا وجہ کی بات کرتے ہیں۔ جاتے ہو تو جاؤ، منع کون کرتا ہے۔ تم جا رہے ہو تبلیغ کرنے یا وہاں ساڑھی خریدتے پھروگے۔ نجمہ نے ذرا تیور بدل کر کہا۔

نہیں بیگم! کلمہ نماز کی تبلیغ سے فرصت پا کر تمہاری ساڑھی ضرور خریدوں گا۔ تاکہ تم اس کو پہن کر سچ مچ کی گڑیا معلوم ہونے لگو۔
نظام نے گال میں چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

اچھا اپنا بوریا بستر بعد میں باندھیئے گا۔ پہلے آٹا خرید کر دیتے جائیے۔ صرف شام بھر کا ہے اور آپ تو پورا چلہ کر کے آئیں گے۔
نجمہ نے کرخت لہجہ میں کہا۔

فکر نہ کرو۔ دو ایک روز پڑوسن سے لے کر کام چلا لینا۔ پھر انشاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔ میں جا کر فوراً روپیہ روانہ کردوں گا۔

نظام نے کہا۔

پڑوسن سے پہلے ہی دو سیر آٹا ادھار لا چکی ہوں۔ آخر اب کس منہ سے ان سے کہوں۔ ان کے یہاں کوئی کھیتی تھوڑی ہوتی ہے جو روز روز آٹا ادھار دیتی رہیں۔ نجمہ نے آنکھ میں آنکھ ڈال کر کہا۔

اچھا دیکھو ابھی انتظام کرتا ہوں۔ نظام نے جواب دیا۔

●

ایک شخص جو بظاہر بڑا دیندار معلوم ہوتا ہے۔ لمبی داڑھی سر گھٹا ہوا۔ ماتھے پر سیاہ داغ۔ ہاتھ میں تسبیح اور پاس ہی ایک بل کھاتا ہوا ڈنڈا بھی رکھا ہوا ہے۔ تسبیح نہاست چل رہی ہے۔ دو تین آدمی اور بیٹھے ہوئے ہیں۔

ارے میاں للو! ذرا جلدی کرو۔ ایر انڈیا سے چلنا ہے۔

ابھی حاضر ہوا۔ سارا سامان ٹھیک ہے۔ صرف ناشتے دان درست کر رہا ہوں۔ اندر سے للو نے جواب دیا۔

دیکھو وہ ستو کی گٹھری نہ بھولنا جو میں کل دے گیا تھا۔ وہی شخص پھر بولا۔ نہیں نہیں۔ اندر سے آواز آئی۔

اتنے میں نظام بھاری بھاری قدم رکھتے ہوئے ڈیوڑھی میں داخل ہوئے۔ علیک سلیک کرکے کرسی پر بیٹھ گئے۔

کہیے میاں نظام سب خیریت ہے۔ وہی بوڑھا خرانٹ بولا۔ جی حضور سب خیریت ہے۔ مگر.......

مگر کیا؟ کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ بوڑھے نے بات کاٹ کر کہا۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ آپ نے تو منہ کی بات چھین لی نظام نے مسکرا کر کہا۔

یا امیر! سب سامان ٹھیک ہوگیا۔ للّو نے کہا

بہت اچھا امیر نے جواب دیا۔

دس دس کے چار نوٹ نظام کی طرف بڑھاتے ہوئے۔ یہ لو گھر پر دے کر جلد سے جلد اسٹیشن پہونچنے کی کوشش کرو۔ امیر نے کہا۔

بہت اچھا سرکار۔ نظام نے ادب سے عرض کیا۔

معلوم ہے نا؟ ایرانڈیا سے چلنا ہے۔

جی حضور معلوم ہے۔ نظام نے جواب دیا۔ اور دل ہی دل میں یا شیخ ابن عبدالوہاب نجدی المدد کا نعرہ لگاتا ہوا ایک ڈین ہوگیا۔

●

یہ کانپور کا ریلوے اسٹیشن ہے کیسقدر خوبصورت ہے۔ ہر وقت

چہل پہل رہتی ہے اور جب گاڑی آتی ہے اس وقت کا منظر نہ پوچھیے وہ دیکھیے۔ امیر تبلیغی جماعت اپنے چیلے چانٹوں کو لیے ہوئے بنچ پر براجمان ہیں۔ اسٹیشن پر لگے ہوئے ہارن نے اعلان کیا کہ آج ایر انڈیا ایک گھنٹہ بیس منٹ لیٹ آئے گی۔ سارے مسافر یہ روح فرسا خبر سن کر پریشان ہوگئے۔ مگر امیر جماعت اور ان کے چیلوں کو ذرا بھی فکر نہ ہوئی کیونکہ ان کا ہر ہر لمحہ نامہ اعمال میں نیکی کا اندراج کر رہا ہے۔ گاڑی آئے یا جہنم میں جائے۔ جب گھر سے تبلیغ کے لئے نکل پڑے تو ثواب بہر حال ملے گا۔

ذرا پانی پلائیے جمال خاں! امیر نے داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

تھرماس سے پانی نکال کر انتہائی ادب سے امیر کے سامنے گلاس بڑھاتے ہوئے۔

حضور! پانی حاضر ہے۔

آپ تھرماس بھی لیتے آئے۔ بھئی ماشاء اللہ۔ اس سے تو ٹھنڈا پانی پینے کو ملے گا۔ امیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جی ہاں! میں جب سعودی عرب گیا تھا۔ وہیں سے اسے لایا تھا۔

جمال خاں بولے۔

امیر جماعت نے گلاس لے کر ایک سانس میں سارا پانی ختم کر

دیا۔ اور رومال سے منہ پونچھتے ہوئے کہا جزاک اللہ۔

کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ آخر للّو نے کہا حضور! دیکھیے کیا ٹائم ہوا ہے۔ اب تو گاڑی آنے والی ہے۔

ارے وقت تو پورا ہو رہا ہے۔ باتوں باتوں میں وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ امیر نے گھڑی دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

یہ پیچھے لوگ کھڑے ہو گئے شاید گاڑی سگنل کے اس پار نکل آئی ہے۔ جمال خاں بولے۔

جماعت کے سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ دو قلی جو پہلے ہی تیار تھے سامان سر پر لاد کر ٹرین کے رکنے کا انتظار کرنے لگے۔

پاس ہی ایک صاحب جو وضع قطع سے مسلمان معلوم ہوتے تھے۔ اپنے بچوں سمیت کھڑے ہوئے تھے۔ پانچ نفر کے اس "قافلے" میں برقع کی وضع قطع سے ایک نو عمر لڑکی معلوم ہوتی تھی اور دوسری ادھیڑ عمر کی ہو گی۔ غالباً یہ انہیں صاحب کی لڑکی تھی اور وہ ادھیڑ عمر والی ان کی بیگم ہوں گی۔

●

گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی ہو گئی ایک بازار سا لگ گیا۔ کوئی ادھر بھاگا جا رہا ہے کوئی اُدھر بھاگا جا رہا ہے۔ کوئی چیخ رہا ہے کوئی رو رہا ہے۔ ایک عجیب دھما چوکڑی مچی ہوئی ہے۔ کچھ لوگ جماعت کے افراد کو الوداع کہنے آئے تھے۔ سارا سامان ایک تھرڈ کلاس ڈبہ میں رکھا

گیا۔ اور تمام افراد نے بغیر دقت ہی اپنی اپنی جگہ بنالی۔ مگر امیر جماعت نظر نہیں آ رہے تھے۔

للو ذرا دیکھنا حضرت کس طرف رہ گئے۔ جمال خان نے کہا۔ وہ تو میرے پیچھے ہی آ رہے تھے۔ خدا جانے کس طرف نکل گئے۔

جماعت کے دیگر افراد نے ٹرین سے سر نکال کر امیر جماعت کو دیکھنا شروع کیا۔ للو نے چیخ کر کہا ارے وہ ہیں۔ وہ دیکھو ڈبہ میں چڑھ رہے ہیں۔ کہاں کہاں! جمال خاں نے کہا

وہ دیکھو ایک کالے برقع والی خاتون ان کے آگے آگے بڑھ رہی ہے۔ للو بولا۔

ٹھیک ہے سوار ہو گئے۔ جمال خاں نے کہا۔

●

گاڑی نے سیٹی دی اور آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ اسٹیشن پر آنے والے میزبان اپنے مہمانوں کو رومال ہلا ہلا کر الوداع کہنے لگے۔ آخر گاڑی نے پلیٹ فارم چھوڑ دیا اور ہوا سے باتیں کرتی ہوئی اپنی منزل کی طرف دوڑنے لگی۔ امیر جماعت کو بیٹھنے کے لئے جگہ نہ مل سکی۔ بیچارے پاخانے کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے ہوئے تھے۔

ارے شارو! ذرا سمٹ کر بیٹھو۔ میں تو دبا جا رہا ہوں۔ ادھیڑ عمر کے شخص نے نوجوان حسینہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

ابا جی ادھر گنجائش بالکل نہیں ہے۔ لڑکی نے جواب دیا۔

اتنا لمبا سفر آخر کیسے طے ہوگا۔ یہی عالم رہا تو میں بے موت مر جاؤنگا

ڈبہ کے اندر لوگ باتوں میں مصروف تھے اور ٹرین سنسناتی ہوئی

چلی جا رہی تھی۔ ستارہ کے پاس ہی اس کی والدہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے

پان کی ڈبیہ نکالی اور ایک پان ستارہ کو دیا۔ کہ وہ اپنے والد کو پیش کر

دے۔ پھر خود بھی پان نکالا اور چبانے لگی۔

امیر صاحب ابھی تک کھڑے ہوئے تھے ایک شخص نے ازراہ ہمدردی

اپنا بکس سیٹ کے نیچے سے گھسیٹتے ہوئے کہا بیٹھیے مولانا تشریف رکھیے

امیر جماعت نے شکریہ ادا کرتے ہوئے بکس پر اپنا ڈیرہ ڈال دیا۔

کہاں جا رہے ہیں مولانا۔ اجنبی شخص نے پوچھا۔

بنارس جانا ہے۔ امیر نے کہا۔

کس محلے میں رہتے ہیں وہاں۔

جی میں وہاں رہتا نہیں ہوں۔ میرا وطن شریف نجد ہے۔ بسلسلہ

تبلیغ ہندوستان آیا ہوں۔ جماعت کے ہمراہ بنارس جا رہا ہوں۔ کلمہ

نماز کی تبلیغ کرنے۔ امیر نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

اچھا اچھا۔ مگر آپ کے ساتھی کہاں ہیں۔ اجنبی شخص نے دریافت

کیا۔

وہ کسی دوسرے ڈبے میں ہوں گے۔ گاڑی میں بڑا رش تھا۔ عقل حیران تھی کہ کیسے سوار ہوں۔ وہ تو کہیئے کہ ڈبہ میں آ ہی گیا۔ ورنہ رہ جاتا۔ امیر نے فکریہ انداز سے جواب دیا۔

آپ کا اسم شریف۔ اجنبی نوجوان نے پوچھا۔

مجھے غلام ابن عبدالوہاب کہتے ہیں۔

اور جناب کا اسم گرامی۔ امیر نے سوال کیا۔

مجھے عبدالنبی خاں کہتے ہیں۔

آپ کا دولت خانہ۔ امیر نے سوال کیا۔

غریب خانہ قائم گنج ضلع فرخ آباد ہے۔ کانپور میں کل مخدوم شاہ علیہ الرحمۃ کا عرس تھا۔ اس میں حاضر ہونے کی غرض سے آیا تھا۔ اور اب اپنی ہمشیرہ سے ملنے بنارس جا رہا ہوں۔ عبدالنبی خاں نے جواب دیا۔

●

عرس کا نام سن کر امیر صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ عرس کا نام سن کر انہیں تکلیف ہوئی ہے۔ بگڑا سا منہ بناتے ہوئے بولے۔ اچھا ہوا ساتھ ہو گیا۔ میں بھی بنارس چل رہا ہوں۔

عبدالنبی خاں نے امیر کے دل کا چھپا ہوا چور پکڑ لیا۔ اس نے اپنے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور فاتحہ کی ہوئی مٹھائی نکالی اور امیر کی طرف بڑھاتے

ہوئے کہا لیجیے یہ، چاچ میو شریف کے مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کا تبرک ہے آپ بھی نوش فرمائیے۔

جھجکتے ہوئے۔ اس وقت حاجت بالکل نہیں ہے۔ رکھیے پھر دیکھا جائے گا۔ امیر نے کہا۔

ارے ذرا سی شیرینی میں کیا ہوتا ہے۔ عبدالغنی خاں نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

بچارو ناچار شیرینی لے کر منہ میں رکھ لی۔ دل ملامت کر رہا تھا۔ کہ آج زندگی میں پہلی بار حرام و ناجائز چیز کھانا پڑی۔ مگر مرتا نہ تو کیا کرتا۔ بڑی مشکل سے شیرینی امیر صاحب کے گلے سے اتری۔

●

گاڑی کئی کئی اسٹیشن چھوڑتی ہوئی بھاگی چلی جا رہی تھی۔ بڑے بڑے اسٹیشنوں پر رکی اب الٰہ آباد آنے والا ہے۔

وہ دیکھیے گاڑی الہ آباد کے پلیٹ فارم پر داخل ہو رہی ہے۔

ٹرین رکی اور ہر طرف چہل پہل نظر آنے لگی۔

یکایک امیر صاحب کان کھڑے کر کے غور سے کچھ سننے لگے۔ انہیں ایسا محسوس ہوا کہ ان کو کوئی پکار رہا ہے۔ وہ غور و فکر کر ہی رہے تھے۔ کہ پھر آواز آئی۔

عبدالوہاب صاحب۔ عبدالوہاب صاحب۔

امیر نے چونکتے ہوئے کہا۔ جی جی میں یہاں ہوں۔
امیر کی آواز سن کر آواز دینے والے ڈبہ میں جھانکنے لگے۔ آپ
یہاں تشریف فرما ہیں۔ للّو نے کہا۔
ہاں بھئی اسی ڈبہ میں سوار ہوا تھا۔ سوچا تھا فتح پور اتر کر تم
لوگوں کو تلاش کروں۔ مگر آج رش اس قدر ہے کہ ملنا دشوار ہے
امیر نے کہا۔
آیئے اسی ڈبہ میں چلیئے۔ جہاں ہم لوگ ہیں۔ للّو نے کہا۔
چلیئے!
اچانک گاڑی نے سیٹی دی۔ امیر صاحب چونک پڑے۔
اب جانا مناسب نہیں ہے۔ امیر نے کہا۔
خیر تو پھر میں چلتا ہوں۔ للّو نے کہا۔
امیر صاحب اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اب گاڑی الہ آباد پلیٹ
فارم کو چھوڑ چکی تھی۔ اور فراٹے لیتی ہوئی جا رہی تھی۔

●

عبد الغنی خاں نے سمجھ لیا تھا کہ امیر صاحب سیکھے معلوم ہوتے
ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے انہیں مٹھائی کھلائی تھی۔ اب اس نے
گفتگو کرنے کا ایک اور بہانہ تلاش کیا اور انگڑائی لیتے ہوئے
کہا۔ یا رسول اللہ

امیر صاحب کو جیسے بچھو نے ڈنگ مار دیا۔ کیا فرمایا آپ نے

امیر نے کہا۔

کچھ نہیں۔ عبدالنبی نے کہا۔

نہیں یہ جو نعرہ لگایا ہے نا آپ نے۔ امیر نے کہا۔

اچھا ہاں ہاں۔ میں نے یا رسول اللہ کہا ہے۔ عبدالنبی نے کہا۔

اگر آپ بُرا نہ مانیں تو اصلاحی بات عرض کر دوں۔ امیر نے کہا۔

ضرور ضرور فرمائیے۔ عبدالنبی نے کہا۔

اس طرح ندا کرنا ناجائز ہے۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ خود حضور علیہ السلام اتنی دور سے سنتے ہیں۔ جب تو صریح کفر ہے۔ اور اگر عقیدہ یہ ہے کہ فرشتے درود پہنچاتے ہیں تو کفر نہیں۔ امیر نے کہا۔

کیوں ایسا کیوں ہے۔ عبدالنبی خاں نے کہا۔

بات یہ ہے کہ دُور سے سُن لینا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے کسی اور کے لیے اس قسم کی طاقت ماننا جائز نہیں ہے۔ امیر نے کہا۔

اگر یہ بات ہے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو کیا سمجھ کر پکارا تھا اور انہوں نے کئی سو میل دُور سے ان کی آواز سن لی تھی۔ عبدالنبی خاں نے کہا۔

گھبرا کر۔ جبھی بنائیے جانے دیجیے۔ آپ نے تو بحث چھیڑ دی۔ امیر نے کہا۔

پہلے خود ہی آپ نے گفتگو چھیڑی اور ایک غلط بات ذہن میں

اتار دیا ہی اور جب جواب دیا تو یہ فرماتے ہیں ۔ کہ چھوڑیئے جانے دیجئے تم لوگوں کو شرم نہیں آتی ۔ اسلام کے نام پر اسلام کی جڑوں کو کاٹ رہے ہو ۔ کلمہ نماز کی آڑ لے کر تم لوگوں نے مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں اختلاف ڈال دیا ہے ۔

نہیں بھائی ہم لوگ اختلاف کے مسائل میں پڑتے ہی نہیں ہیں ہم تو کلمہ نماز کی تبلیغ کرتے ہیں ۔ امیر نے کہا ۔

اچھا یہ بتایئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں اگر خیال آجائے تو کیسا ہے ۔ اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں جو لکھا ہے ۔ کہ

" زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے
اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف
خواہ جناب رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے
بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے
زیادہ بُرا ہے "

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں آقا کے کونین کا خیال ہرگز نہ آنا چاہیئے ۔ ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اگر ایسا عقیدہ صحیح ہوتا تو نماز میں التحیات پڑھنے کا حکم کیوں دیا جاتا ! جب کہ التحیات پڑھنا واجب ہے ۔ ظاہر ہے کہ حضور کا خیال تو یقیناً آئے گا ۔ اس عبارت کا مطلب سمجھایئے ۔ عبدالغنی خاں نے کہا ۔

آتی ہیں تقریر سن کر امیر صاحب کے پیروں تلے سے زمین کھسکتی نظر آئی۔ دل ہی دل میں پشیمان ہو رہے تھے کہ میں نے بلا وجہ یہ آفت مول لے لی۔ خاموش رہتا تو بہتر تھا۔ چار و ناچار بولے۔ بھئی یہ مولویوں کی باتیں ہیں ہم لوگ کیا جانیں ہم تو صرف نماز کی تبلیغ کرتے ہیں۔

تم کو شرم نہیں آتی۔ جب میں نے یا رسول اللہ کا نعرہ لگایا تب تو آپ بڑے علامہ بن گئے اور ناجائز ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ اس وقت آپ کو یہ خیال کیوں نہیں آیا۔ جواب آرہا ہے۔ آپ کو جواب دینا ہوگا۔ عبدالنبی خان نے کہا۔

بھئی میں ڈرتا ہوں کہ بات بڑھ جائیگی

کچھ بھی ہو آپ کو جواب دینا ہوگا۔

عبدالنبی خان نے کہا۔

خیر آپ نہیں مانتے۔ مجھے جو کچھ معلوم ہے عرض کر رہا ہوں۔

فرمایئے۔ عبدالنبی خان نے کہا۔

دیکھئے بات یہ ہے کہ آپ نماز اللہ کے لئے پڑھتے ہیں حضور کے لئے تو پڑھتے نہیں۔ لہٰذا یہ بات توحید کو مد نظر رکھتے ہوئے کہی گئی ہے چونکہ حضور کا خیال دل میں آئے گا۔ تو تعظیم کے ساتھ آئے گا جس کا نکلنا مشکل ہوگا۔ اور بیل اور گدھے کا خیال آئے گا۔ تو اس کو

بتاتے ہیں، آسانی ہوگی۔ امیر نے کہا۔
خان صاحب نے بجائے جواب دینے کے امیر صاحب کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کر دیا۔ سارا ڈبہ گونج گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے بجلی کا بلب جلتے جلتے چیخ گیا ہو۔ سب لوگ حیرت سے اس آواز کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔ خان صاحب اور وہ بھی قائم گنجی پٹھان ـــ غصہ میں چہرہ سرخ ہو گیا۔ نالائق مردود۔ اس قسم کے گندے عقیدے رکھ کر کلمہ نماز کی تبلیغ کرتا ہے۔ شرم نہیں آتی تم جماعت والوں کو۔

عبدالنبی خاں نے کہا

بعض غیر مسلموں نے امیر کی حمایت کرنا شروع کر دی۔ کہ یہ آپ سے عمر میں بڑے ہیں۔ آپ کو ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا۔

ایک پنڈت نے کہا

پنڈت جی! آپ ان مردودوں کو نہیں جانتے۔ جسطرح آپ کے یہاں آریہ لوگ ہوتے ہیں نا، اسی طرح ہمارے یہاں یہ وہابی لوگ ہیں۔ کلمہ پڑھکر اور پڑھا کر مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال دیتے ہیں۔ انسان ان کی ظاہرانہ وضع قطع اور کلمہ نماز کا پیغام سن کر ساتھ ہو جاتا ہے اور پھر دھیرے دھیرے اسلامی عقائد سے ہٹا کر نجد کے کانٹوں میں پھنسا دیتے ہیں۔

عبدالنبی خاں نے کہا۔

میں آپ لوگوں کے مذہب سے واقفیت تو نہیں رکھتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اپنے مذہب کے پیشوا کی عزت کرنا بہرحال ضروری ہے۔
پنڈت جی نے کہا۔

اللہ میرے بکسے پر سے خبیث۔ میرا بکس نجس کر دیا مردود نے مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ پکا مردود ہے۔ عبد النبی خاں نے کہا۔

اسی ڈبہ میں ایک ادھیڑ عمر کا ایک آدمی بیٹھا تھا وہ بولا۔ اجی خاں صاحب آپ کا نام بھی تو ان مولانا کے نزدیک کفر و شرک ہے
وہ کیسے۔ عبد النبی خاں نے پوچھا۔

واہ! آپ کو یہ معلوم ہی نہیں۔ ارے تقویۃ الایمان میں ایسے ناموں کا رکھنا کفر و شرک بتایا گیا ہے۔ اجنبی بولا۔

ارے یہ سب نجد کے پاگل ہیں۔ ان مردودوں کو تو بس قبر میں منکیرین ہی ٹھیک کریں گے

●

امیر صاحب اب چپ کھڑے تھے۔ بیچارے اب دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ اچھا ہوا کہ دوسرے ساتھی یہاں نہیں ہیں۔ ورنہ بڑی بے عزتی ہوتی۔

گاڑی کی رفتار اب کم ہو رہی ہے۔ بنارس کا اسٹیشن قریب آگیا تھا۔ وہ جیسے گاڑی پلیٹ فارم میں داخل ہو گئی۔

گاڑی رکی۔ سب لوگ اترنے لگے۔ جماعت کے تمام افراد ایک جگہ جمع ہو گئے۔ للّو اور جمال نے امیر صاحب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنی ٹیم میں لے گئے۔

بنارس میں رہتے ہوئے ایک ہفتہ گذر گیا ہے۔ خوب تقریریں ہو رہی ہیں۔ بعد نماز عشاء روزانہ ایک مخصوص جگہ پر اجتماع ہوتا ہے۔ دن میں عصر کے بعد ٹولی کو لے کر امیر صاحب محلے کا گشت کرتے ہیں۔ محلہ کا ایک تبلیغی جینڈول ان کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر لوگوں سے مصافحہ کر کے اجتماع میں آنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

●

آج ایک نیا شخص جماعت سے متاثر ہو کر امیر سے فرمائش کر رہا ہے حضور! کل میرے غریب خانہ پر میلاد شریف کی محفل ہے۔ حضرت ضرور تشریف لے چلیں۔ صرف آپ ہی کی تقریر ہوگی۔ نئے شخص نے کہا۔

آپ کا اسم گرامی! امیر نے پوچھا۔

خادم کو عبدالرسول کہتے ہیں۔ اجنبی نے جواب دیا۔

جماعت کے تمام لوگ میلاد کا سن کر آپس میں آنکھ سے اشارے کرنے لگے۔ اور جب اس نئے شخص نے اپنا نام بتایا تو بعض

تبلیغی حضرات نے منہ پھیر لیا اور ایسا منہ بنانے لگے جیسے کسی نے نیم کا عرق پلا دیا ہو۔

امیر نے کہا۔ آپ انتظام کیجیے میں ضرور حاضر ہوں گا۔

عبدالرسول صاحب خوش خوش چلے گئے۔ وہ بیچارے کلمہ نماز کے نام پر ریجھ گئے تھے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ ظالم کلمہ نماز کے نام پر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

●

عبدالرسول کے چلے جانے کے بعد جماعت کے لوگوں میں بڑی گرما گرم بحث ہونے لگی۔

آپ نے میلاد میں جانے کا وعدہ کر لیا۔ جمال خاں نے کہا۔

جی ہاں! بات تو اپنی کریں گے۔ امیر نے کہا۔

مگر جب کھڑے ہو کر سلام پڑھنا پڑے گا۔

تو کیا ہے پڑھ لینا۔

مگر سلام پڑھنا تو بدعت و حرام ہے۔ جمال خاں نے کہا۔

تم لوگ ابھی اس چیز کو نہیں سمجھ سکتے۔ اگر فوراً ہی نئے آدمی سے اس قسم کی باتیں کی جائیں گی۔ تو وہ ہماری جماعت میں کیسے آئے گا۔ خود ہمارے اکابرین نے شروع شروع یہی رویہ اختیار کیا تھا۔ اور جب جیسے زمین ہموار ہوتی گئی۔ اپنا کام ہوتا گیا۔

امیر جماعت نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔
بھئی میں تو نہیں جاؤں گا۔ میں جان بوجھ کر مکھی نگلوں گا۔ ہماری جماعت کے سب سے بڑے سالارِ اعظم کے پیر و مرشد کے ساتھی نے اپنی کتاب میں جس پیر و مرشد کے دستخط موجود ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ میلاد کنھیا کے جنم کے مثل ہے۔

جمال زمان نے کہا۔
اچھا بھائی تم نہ جانا مگر اس قسم کی باتیں نہ کرو!

●

دوسرے دن عبدالرسول صاحب کے دولت خانہ پر محفل میلاد منعقد ہوئی۔ اور امیر صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ تک خوب مچل مچل کر تقریر فرمائی اور پھر دُعا مانگنے لگے۔

ابھی حضرت سلام پڑھ کر دعا فرمایئے۔
عبدالرسول نے کہا۔

اوہو! میں بھول گیا۔ توبہ توبہ
امیر جماعت نے گھبرا کر کہا۔
سب لوگ کھڑے ہو گئے اور صلوٰۃ وسلام کی دلکش آواز گھر میں گونجنے لگی۔ بہت سے تبلیغی دم دبا کر پیچھے سے کھسک گئے۔ بعض اہل محفل نے کنکھیوں سے ان لوگوں کو دیکھا۔

دُعا پر محفل کا اختتام ہو گیا۔ اور امیر صاحب ابھی تخت پر براجمان تھے کہ ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

میں حضرت سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

فرمائیے فرمائیے۔ امیرِ جماعت نے کہا

حضور علیہ السلام کو اپنے بڑے بھائی کے مثل سمجھنا اور کہنا کیسا ہے۔ اجنبی نے سوال کیا۔

مثل کہنے کا جواز تو قرآن سے ثابت ہے اس میں صاف صاف لکھا ہے۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں تمہارے مثل ایک بشر ہوں۔

رہگیا بھائی تو وہ صرف نفسِ بشریت کی وجہ سے ہے۔ لہذا ایسا کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔

مگر اس آیت کریمہ کے مخاطب تو کفار ہیں۔ اور اس سلسلے میں مفسّرین نے بہت سی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ قرآن میں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کیوں آیا ہے۔

مثلاً دو ایک مثالیں ہیں۔ امیر نے کہا۔

ایک بات تو یہ کہ کفارِ مکہ حضور علیہ السلام کو جادوگر کہتے تھے ابوجہل اور اس کے ساتھی لوگوں کو روکتے تھے کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات نہ سنو۔ یہ جادوگر ہیں۔ اگر جادو کر دیا تو تم بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دوگے۔ یہ آیت کریمہ کا نزول

کے اس قول کا زبردست رد کر رہی ہے۔ گویا مدعا سے کلام یہ ہے کہ قوم کو پیغمبر کے قریب آنے کا موقع فراہم کیا جا رہا ہے۔ اور کافروں کا رد کیا جا رہا ہے یہ جادوگر نہیں تمہارے مثل بشر ہیں۔ ان کی بات سنو۔

اتنی لمبی تقریر سُن کر امیر صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ بات معقول تھی۔ ناچار کہنے لگے۔ بھئی یہ سب جھگڑے کی باتیں ہیں۔ چھوڑیئے ان بحثوں کو۔ آپ ہماری جماعت میں چلئے صرف کلمہ نماز کی تبلیغ کیجئے۔

امیر جماعت نے کتراتے ہوئے کہا

جب عقیدہ ہی درست نہ ہوگا، تو عمل سے فائدہ!

آخر آپ کا اس سلسلے میں کیا فیصلہ ہے۔ اجنبی نے پھر سوال کیا۔

کس سلسلے میں۔ امیر نے پوچھا

یہی کہ حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

وہ تو میں پہلے ہی ظاہر کر چکا ہوں۔ امیر نے کہا۔

اس کے معنی آپ کا موقف وہی ہے جو ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کا تھا۔ اجنبی نے کہا۔

جی ہاں! بالکل۔

لیکن میں نے جو سوال کیا اس کا آپ نے معقول جواب نہیں دیا

اجنبی نے کہا۔

میں کہہ چکا ہوں کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔

تعجب کی بات ہے کہ آپ بحث کرتے بھی ہیں۔ اپنے ناپاک خیالات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اور بچ کر نکلنا بھی چاہتے ہیں۔

آپ لوگ عمل تو کچھ کرتے نہیں۔ بس بحث کرتے ہیں
امیر نے کہا

پھر آپ نے وہی بکواس کی۔ میں کہہ چکا ہوں کہ جب تک عقیدہ درست نہ ہوگا۔ عمل بے کار ہے۔ اگر عمل ہی پر دار و مدار ہے تو عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سردار تھا، وہ نمازی بھی تھا اور جہاد میں بھی شریک ہوتا تھا۔ کیا اس کے یہ نیک عمل اس کے کام آئیں گے۔ اور اس کے تمام ساتھیوں کی نماز روزہ قابل قبول ہے؟ آپ کو اپنے سر کی قسم ایسچ سچ بتائیے۔
جی نہیں! ہرگز قابل قبول نہیں۔ وہ تو قرآن میں آگیا ہے کہ
اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۝
منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے حصے میں ہیں۔ امیر نے لوکھلا کر کہا۔
پھر آپ لوگوں کا عقیدہ تو صحیح نہیں۔ عمل سے کیا فائدہ ہوگا۔
اجنبی نے سوال کیا۔

پھر آخر آپ ہی بتایئے کہ بشر کے سلسلے میں اسلامی موقف کیا ہے!

امیر نے سوال کیا۔

اب آپ آئے رنگ پر، سنیئے۔

جناب ہمارا ایمان ہے کہ حضور علیہ السلام بشر ہیں۔ یہ تو قرآن سے ثابت ہے۔ مگر ہم جیسے بشر نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان کو بشر کہہ کر پکارنا حرام ہے۔ بھائی کہنا تو اس سے زیادہ جرم ہے۔

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تو تھے۔ حضور علیہ السلام!

امیر نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

رشتہ کا ہمیں انکار کب ہے۔ رشتہ اور چیز ہے۔ ایمان اور چیز ہے۔

سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کے بعد کبھی بھائی جان کہہ کر پکارا ہو تو ثبوت پیش کیجیے۔ اجنبی نے کہا۔

اس کا ثبوت تو پیش نہ کر سکیں گا۔ اس قسم کی کوئی روایت نہ میں نے دیکھی ہے نہ سنی ہے۔ امیر نے صاف صاف کہا۔

بس تو پھر ثابت ہو گیا کہ صحابہ کے دل میں سرکار کی عظمت کس قدر تھی۔ ان کے ایمان کی نشاندہی ان کے کردار سے ثابت ہے۔

اجنبی نے کہا۔

ایک بات اسی ضمن میں اور عرض کر دوں!

اجنبی نے پھر امیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

ارشاد فرمایئے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے کون تھے ؟

اجنبی نے سوال کیا۔

حضور صلعم سے بڑے تھے۔ امیر نے کہا۔

آپ لوگ نام بھی صحیح نہیں لیتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے میں آپ لوگوں کی زبان میں درد ہونے لگتا ہوگا۔ خیر کہنا یہ ہے کہ کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں، کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کے بعد کبھی حضور علیہ السلام کو بھتیجا کہہ کر پکارا ہو۔ یا سرکار علیہ السلام کا نام لے کر ہی پکارا ہو۔

اجنبی نے سوال کیا۔

اس کا بھی مجھے علم نہیں۔ امیر نے بر جستہ کہا

علم ہو کیسے۔ جب پکارا ہی نہیں۔ تو ثبوت کہاں سے ملے گا۔ جہاں دیکھئے یَا رَسُولَ اللہ۔ یَا رَسُولَ اللہ کے الفاظ ملیں گے۔

مجلس سے سُبحَانَ اللہ، سُبحَانَ اللہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

بہت سے تبلیغی طویل گفتگو سے عاجز ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے چلیئے حضرت وہاں آپکا انتظار ہو رہا ہے۔ ایک تبلیغی نے کہا۔

ہاں چلتا ہوں۔

ابھی آپ کہاں جائیں گے پوری بات کا جواب تو دیتے جائیے۔ کم سے کم آپ کا اپنا مذہب تو ظاہر ہو ہی جائے۔ اجنبی نے امیر کا بازو پکڑ کر کہا۔

اب کیا بات رہ گئی۔ امیر نے کہا۔

قرآن میں بشریت کا اقرار ہے۔ اور حدیث میں مثلیت سے انکار ہے۔ اس کی وجہ تو بتاتے جائیے۔ اجنبی نے مسکرا کر کہا۔

کیا مطلب! میں سمجھا نہیں۔ امیر نے کہا۔

قرآن میں مثلیت کا اقرار ہے جس کی بنا پر آپ آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی کہنے کو تیار ہیں نا! اجنبی نے کہا۔

جی ہاں۔ امیر نے کہا۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے صوم وصال کے روزے رکھنا شروع کیے تو بعض صحابہ نے تقلید کی جس کا انجام یہ ہوا کہ بعض صحابہ نماز میں حاضری سے معذور ہو گئے۔ بسبب کمزوری کے۔ اجنبی نے کہا۔

صوم وصال کیا چیز ہے؟ امیر جماعت نے پوچھا۔

آپ لوگ تبلیغ کرنے نکل پڑے۔ حضور کو اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہنے پر اتنا زور اور جہالت کا یہ عالم کہ صوم وصال کے معنی

ہیں معلوم نہیں۔ اجنبی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔
ارے بھائی جو بات معلوم نہ ہو دریافت کرنا ہی چاہیئے۔
امیر نے کھسیا کر کہا۔

صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ حضور نے بغیر افطار کئے، نہ سحری کے کئی کئی روزے مسلسل روزے رکھنے شروع کئے۔ بلکہ ایک ہفتہ ہفتہ تک گزر گیا اور افطار نہیں فرمایا۔ اسی روزہ کی تقلید میں صحابہ کمزور و لاغر ہو گئے۔ جب سرکار علیہ السلام نے نمازیوں کی کمی کی وجہ پوچھی تو صحابہ نے واقعہ بیان کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔
ایکم مثلی۔ یعنی، تم میں مجھ سا کون؟
اس کے بعد جو الفاظ ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ مجھ کو تو میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ سرکار علیہ السلام نے ایمان والوں کے سامنے اپنی مثلیت کا انکار فرمایا۔ اجنبی نے جھوم جھوم کر کہا۔
حضور علیہ السلام نے صوم وصال کے روزے رکھنا شروع کئے تو بعض صحابہ نے تقلید کی جس کا انجام یہ ہوا۔
اقرار بشریت پر مثال پیش کر چکا ہوں۔ انکار پر وجہ ملاحظہ فرمایئے سرکار علیہ السلام کی حقیقت نور ہے۔ جیسا کہ قرآن عظیم میں فرمایا گیا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ ٥

ترجمہ :- بیشک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا - اور روشن کتاب -

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آیت کو قَدْ سے شروع کیا جا رہا ہے اور جہاں بشر کہا گیا ہے وہاں قُلْ سے شروع ہے - ظاہر ہو گیا کہ وہاں کیا نہیں کہلایا گیا ہے اور یہاں حقیقت کا اظہار پروردگار عالم نے خود فرمایا ہے - قرآن کو سمجھنا آسان کام نہیں ہے - غور فرمائیے کلام خالق اور دماغ مخلوق - کوئی جوڑ ہے کوئی ربط ہے - کوئی اصول ہے - جب ہم اپنے استاد کی بات اور دنیا کے لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتے تو قرآن تو خالق کائنات کا کلام ہے اس کو کیسے سمجھ سکتے ہیں - اجنبی نے کہا -

پھر قرآن کے سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے ؟ امیر جماعت نے سوال کیا -

سنیئے قرآن خود ہی اپنی تفسیر فرماتا ہے - لہذا جب آیت کریمہ کو سمجھنا ہو تو پہلے خود قرآن سے مطالعہ کیا جائے گا - کہ قرآن نے خود کیا فرمایا ہے - اگر ہماری ظاہری نگاہیں تلاش نہ کر سکیں تو آپ پہلے حدیث کو دیکھیئے - حضور علیہ السلام نے اس سلسلے میں کیا فرمایا ہے - اگر خدانہ خواستہ وہاں ذہن میں بات نہ اتر سکے تو اب مفسرین کے سامنے دو زانو بیٹھ جائیے اور دیکھیئے کہ آیت کریمہ کے متعلق صاحب تفسیر

روح البیان کیا فرما رہے ہیں۔ صاحب تفسیر خازن نے یہ کہا ہے۔ تفسیر جلالین میں کیا ہے۔ صاحب تفسیر کبیر کیا فرماتے ہیں۔ وہ ظاہر یہ ہے کہ سلسلہ بہ سلسلہ اترتے چلے جائیے۔ منزل مقصود یقیناً مل جائے گا۔

آپ کی اتنی لمبی تقریر سے وہ بات ظاہر نہ ہو سکی کہ اقرار بشریت اور انکار تثلیث میں کیا وجہ ہے۔ امیر نے سوال کیا۔

مطلب صاف ظاہر ہو گیا ——— یعنی ہم حضور کی بشریت کا اقرار کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو نص سے ثابت ہے اور حدیث میں تثلیث کا جو انکار کیا گیا ہے۔ اس پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بشر جو کہا گیا ہے اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ آخر آپ لوگ بشر دیکھتے ہیں نور کیوں نظر آتا۔ نور والی آیت محکم ہے اور بشر والی متشابہات میں سے ہے۔

اجنبی نے کہا۔

وہ کس طرح۔ میں سمجھا نہیں۔ امیر نے کہا۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے جس کی راوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ ملاحظہ فرمائیے۔ اجنبی نے کتاب کھول کر دکھاتے ہوئے کہا۔

امیر صاحب نے پڑھنا شروع کر دیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ اٰیَاتٌ مُّحْکَمٰتٌ وَّاُخَرُ اِلٰی
مَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَیْتِ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا
تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ سَمّٰھُمُ اللّٰہُ فَاحْذَرُوْھُمْ
مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیتیں پڑھیں ھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ۔ یعنی اللہ وہ ہے اے محبوب! جس نے آپ پر قرآن نازل کیا۔ اس میں بعض آیتیں محکمات ہیں اور بعض آیتیں متشابہات۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ یہ آیت پڑھ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو دیکھے اور مسلم کی روایت میں ہے جب تم دیکھو کہ لوگ متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہیں (متشابہ آیتیں وہ ہیں جس کے معنی صرف خدا کو معلوم ہیں) پس سمجھ لے تو کہ وہ وہی لوگ ہیں جن کا نام خدا نے (گمراہ یا کجرو) رکھا ہے۔ پس ان لوگوں سے بچتے رہو۔ (بخاری و مسلم)

لیکن اس میں یہ کہاں ہے کہ بشر والی آیت متشابہ ہے۔ امیر نے زوردار الفاظ میں کہا۔

آپ کو اتنی جلدی کیوں ہے۔ ذرا صبر کیجیے۔

اچھا ارشاد فرمائیے۔ امیر نے کہا۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے کہ قرآن میں آیات متشابہات وہ آیات کریمہ ہیں جن سے
اہل زیغ (گمراہ فرقوں) کو حضور علیہ السلام سے مرتبے کی کمی کا گمان ہوتا
ہے۔ جیسے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى اور إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ۔ شیخ کی عبارت سے مطلب بالکل واضح ہو گیا۔

اجنبی نے گرجدار آواز میں کہا۔

تو آپ کا مقصد یہ ہے۔ کہ حضور کو بشر کہہ کر ہم لوگوں کو نہیں پکارنا چاہیئے۔ حالانکہ بشر تو آپ بھی مان رہے ہیں۔ امیر نے کہا۔
اس سے ہم کو کب انکار ہے۔ اختلاف تو صرف اپنے جیسا بشر ہونے پر ہے۔ یہی وہ خطرناک راستہ ہے جس سے گمراہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ یہ اہلحدیث۔ اہل قرآن۔ اسی عقیدے کا نتیجہ ہیں۔ اجنبی نے کہا۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ جب حضور علیہ السلام بشر ہیں تو ان کو بشر اور بھائی نفس بشریت کی وجہ سے کہا بھی نہ جائے۔

امیر نے کہا۔

پھر وہی بات۔ آخر نور بھی تو فرمایا گیا ہے۔ نور آپ کیوں نہیں کہتے۔ بشر ہیں۔ مگر ہم جیسے بشر نہیں ہیں۔ آپ قرآن شریف میں دیکھیے کہ جہاں جہاں دوسرے پیغمبروں کو عبد کہا گیا ہے وہاں ان کا نام ضرور لیا گیا ہے۔ مگر جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد فرمایا گیا۔ وہاں نام کی وضاحت نہیں ہے اور یہ کوئی اتفاقی بات نہیں

ہے بلکہ کئی مقامات پر اس قسم کا روح پرور نظارہ موجود ہے۔ اجنبی نے کہا۔

مثلاً۔ امیر نے سوال کیا۔

قرآن شریف میں آیا ہے۔ وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

دوسری جگہ آیا ہے۔ كهيعص ٥ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا۔

ترجمہ:۔ یہ مذکور ہے میرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی۔

مندرجہ بالا آیات میں پیغمبروں کو عبد کہا گیا ہے۔ مگر کون سے عبد کا تذکرہ ہے۔ اس کی وضاحت موجود ہے۔ مگر قربان جائیے کلام الٰہی کے انداز بیان کے کہ جب محبوب علیہ السلام کی باری آئی تو عبد کہہ کر نام کی وضاحت نہیں کی گئی۔

ثبوت کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ٥

ترجمہ:۔ پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے گردا گرد ہم نے برکت

کمی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں ۔ بیشک وہ سنتا اور دیکھتا ہے

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۔

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

تیسرا ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۔

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہے ۔

مولانا آپ کلام الٰہی کا تیور ملاحظہ فرمائیے کہ جب اور پیغمبر وں کو عبد کہا گیا تو نام کی وضاحت کردی گئی ۔ اور جب محبوب کی باری آئی تو صرف عبد کہہ کر بات آگے چل پڑی ہے ۔

گویا مدعائے کلام یہ ہے ۔ کہ اے میرے بندو تم اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ عَبْد تو ——— موسیٰ علیہ السلام ——— عیسیٰ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام بھی ہیں ۔ اور میرے پیارے محبوب بھی عَبْد ہیں ۔ مگر اور پیغمبروں کی عبدیت اور محبوب علیہ السلام کی عبدیت میں اتنا عظیم الشان فرق ہے کہ تمہاری عقل کی رسائی اس منزل تک ناممکن ہے ۔

اجنبی نے اپنی لمبی تقریر ختم کرکے امیر صاحب سے اس پر

تبصرہ کرنے کا اشارہ کیا۔ مگر امیر صاحب حیرت سے اجنبی کا منہ تک رہے تھے۔

آپ بولتے کیوں نہیں۔

جی کیا فرمایا آپ نے۔ امیر نے کہا۔

کیا آپ سو رہے تھے۔ اجنبی نے سوال کیا۔

نہیں تو۔ میں آپ کی گفتگو سن کر حیران ہوں۔ آج سے قبل اتنی روح پرور باتیں میں نے اپنی جماعت کے کسی فرد سے نہیں سنی تھیں۔

امیر نے چونک کر کہا۔

یقین مانیے۔ یہ تبلیغی جماعت عبداللہ ابن ابی۔ ذوالخویصرہ ابن تیمیہ نیز عبدالوہاب نجدی کے عقائد کی تبلیغ کر رہی ہے۔ اجنبی نے کہا۔

میں سمجھ گیا۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ آج میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب انشاءاللہ میں اس مردود پارٹی کا ساتھ چھوڑ کر اپنی باقی زندگی یادِ خدا میں بالکل تنہائی میں گزار دوں گا۔ امیر نے کہا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبِ پاک کے صدقے میں آپ کو استقامت فی الدین عطا فرمائے۔ اجنبی نے کہا۔

حاضرین نے آمین کہی۔

آپ کا اسمِ شریف کیا ہے۔ امیر نے پوچھا

مجھے فاروق کہتے ہیں۔ اجنبی نے کہا

آپ نے کہاں تعلیم حاصل کی۔ امیر نے پوچھا۔

جی باقاعدہ درس نظامیہ کا کورس میں نے نہیں پڑھا۔ بس اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اس کے پیارے محبوب علیہ السلام کی نگاہ رحمت شامل حال ہے۔ ویسے ساری زندگی علماء اہلسنت کی نعلین ضرور سیدھی کی ہیں اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان کا فیض ہے۔

فاروق نے کہا۔

میں تو ابھی تک ان کی ظاہری پوزیشن دیکھکر دھوکا کھا رہا آج سب لوگوں کے سامنے اس وہابی مذہب پر لعنت بھیجتا ہوں اور سچے دل سے سنی مذہب پر قائم رہنے کا وعدہ کرتا ہوں

اعلیٰحضرت زندہ باد۔ اے شاہنشاہ عشق پائندہ باد۔

فاروق نے زوردار نعرے لگائے جس سے سارا محلہ گونج اٹھا۔

●

مختار الغنی صاحب آپ بھی چل رہے ہیں نا۔ ایک نوجوان نے مسکرا کر پوچھا۔ ہاں ہاں! ضرور۔ انشاء اللہ۔ مختار الغنی نے جواب دیا۔

شام کو تشریف لائیے تو پروگرام معلوم ہو جائے گا۔
اچھی بات ہے، ضرور حاضر ہونگا۔ مختار الغنی نے کہا۔
نوجوان بات ختم کر کے چلنے لگا تو مختار الغنی نے کہا۔ ارے بھائی جمیل صاحب ذرا سنیئے۔
فرمائیے۔ جمیل نے کہا۔
یہ تو بتائیے کہ اس مرتبہ کتنے دن کا سفر ہوگا۔ مختار الغنی نے پوچھا۔
غالباً صرف ایک ہفتہ لگے گا۔ جمیل نے کہا۔
پھر تو کوئی بات نہیں ہے۔
کیوں اس مرتبہ آپ نے وقت کیوں دریافت فرمایا۔ جمیل نے پوچھا۔
بات یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کچھ علیل ہیں۔ مختار الغنی نے کہا۔
کوئی بات نہیں۔ میں اپنے گھر میں کہہ جاؤں گا۔ وہ کبھی کبھی خیریت معلوم کر لیا کریں گی۔ جمیل نے کہا۔
ارے یہ تو ٹھیک ہے، مگر۔
مگر کیا؟ جمیل نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔
ذرا آجکل خرچ کی کچھ تنگی ہو گئی ہے۔ اور پھر دوا علاج بھی تو ہے۔
یہی سب باتیں ہیں جن کو سوچ کر طبیعت پریشان ہو جاتی ہے

مختار الغنی نے غمزدہ لہجہ میں کہا۔

آپ نے بھی خوب کہی۔ ارے پہلے ہی بتایا ہوتا۔ خرچ کی

آپ فکر نہ کریں۔ جمیل نے کہا۔

کیوں۔ مختار الغنی نے سوال کیا۔

آخر ہماری جماعت کی نقل و حرکت کے متعلق جو یہ خبر مشہور ہے کہ سعودی عرب کا ریال۔ امریکہ برطانیہ کا ڈالر کھٹاکھٹ رہا ہے وہ کدھر جائے گا۔

جمیل نے کہا۔

کیا مطلب! مختار الغنی نے کہا۔

مطلب صاف ہے۔ آپ کی ضرورت بھی اسی روپے سے پوری کی جائے گی۔ جمیل نے کہا۔

خیر یہ تو ہونا ہی چاہیئے۔ آخر ہم لوگ جماعت ہی کے کام سے تو چلتے ہیں۔ مختار الغنی نے کہا۔

بالکل۔ میں انشاء اللہ آپ کی طرف امیر جماعت کو توجہ دلاؤں گا۔ جمیل نے کہا۔

ارے جمیل بھائی! ایک بات اور بتائیے۔ مختار الغنی نے کہا۔

وہ کیا! جمیل نے تجسس آمیز انداز سے پوچھا۔

فروری ۱۹۶۸ء کی آخری تاریخوں میں کلکتہ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر جو ہماری جماعت کا عالمی اجتماع ہوا تھا۔ اس میں آپ گئے

عل؎ "جام نو" کلکتہ ۱۰ اپریل ۱۹۶۳ء

تھے ۔ ؟ مختار الغنی نے سوال کیا ۔

کیا نام ہے اس جگہ کا ۔ جمیل نے ٹوپی اتار کر سر کھجلاتے ہوئے پوچھا ۔

کچھ اچھا ہی نام ہے ۔ ذہن پر زور دیتے ہوئے ہاں ہاں یاد آگیا ۔

منگراہاٹ اس جگہ کا نام ہے ۔ مختار الغنی نے کہا ۔

میں وہاں نہیں جا سکا تھا ۔ البتہ اس سے قبل لکھنؤ کے اجتماع میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا ۔ جمیل نے کہا ۔

منگراہاٹ کی خبر انتہائی وحشت ناک ہے ۔

وہ کیا ؟ جمیل نے گھبرا کر پوچھا ۔

وہ یہ کہ وہاں کے مسلمانوں نے اس مرتبہ ہماری تبلیغی جماعت کا مکمل بائیکاٹ کیا ۔ حالانکہ اس سے قبل وہاں ایک اجتماع ہو چکا ہے مختار الغنی نے کہا ۔

اونہہ ، ہوگا ۔ اس سے کیا اثر پڑتا ہے ۔ یہ تو لگا ہی رہتا ہے ہم کو مایوس نہیں ہونا چاہیے ۔ جمیل نے کہا ۔

لیکن افسوس تو بہر حال ہے ۔ کاش ! وہاں کے لوگ مخالفت نہ کرتے تو بس پالا مار لیا تھا ۔ کیونکہ اخبارات شاہد ہیں کہ بھارت کی تمام ریاستوں اور بیرونی ممالک سے تقریباً ساٹھ ہزار افراد اس اجتماع میں شریک ہوئے تھے ۔ مختار الغنی نے کہا ۔

شاید چھ مہینے میں یہ چوتھا عالمی اجتماع تھا۔ جمیل نے ذہن پہ زور دے کر کہا۔

جی ہاں! بھئی جمیل اگر مجھ سے پوچھو تو میری رائے یہ ہے کہ اسقدر جلد جلد عالمی اجتماع نہیں ہونا چاہیئے۔ مختار الغنی نے بازو تھام کر کہا۔

کیوں! آخر اس میں کیا خرابی ہے۔
جمیل نے پوچھا۔

معاذ اللہ خرابی تو کچھ نہیں ہے۔ مگر ہماری جماعت کا غیر ممالک سے جو ساز باز ہے۔ امداد کے سلسلے میں اس کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ مختار الغنی نے کہا۔

وہ کس طرح۔ جمیل نے سوال کیا۔

تم جانتے ہو کہ آجکل بھارت میں مسلمانوں کی اقتصادی و معاشی حالت کتنی خراب ہے اور فکر کی بات یہ ہے کہ اس میں برابر تنزل ہو رہی ہے۔ حالات سدھرنے کو نہیں آرہے۔
مختار الغنی نے کہا۔

مگر اس سے ہمارے اجتماعات پر کیا اثر پڑے گا۔ جمیل نے فکریہ لہجہ میں پوچھا۔

بھئی ابھی آپ کم عمر ہیں۔ آپ بات کی تہ کو نہیں سمجھ سکے میرا کہنا یہ ہے کہ ایسی حالت میں ہماری جماعت پر یہ خبر یقینی کی کیل ٹھونک

دیتی ہے۔ نہ تبلیغی جماعت کی خدا پرستی کے پیچھے غیر ممالک کا ڈالر کھنک رہا ہے۔ مختار الغنی نے کہا۔

مگر اس قسم کی کوئی خبر ابھی اخبارات نے روشن نہیں کی۔ نہ کوئی ایسا شک ظاہر کر سکا۔ جمیل نے کہا۔

یہ کیا ضروری ہے کہ دنیا بھر کے اخبارات رسائل آپ کی نظر سے گذر جائیں۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو۔ مگر آج سن لیجئے۔ کلکتہ سے ایک رسالہ جام نور نکل رہا ہے جسکا ایڈیٹر پکا بریلوی ہے۔ اس نے تمام مخالف جماعتوں کا انتہائی خطرناک انداز میں رد شروع کر رکھا ہے اپریل ۱۹۶۳ء کے پرچے میں اس نے ہماری جماعت کا نقاب بُری طرح الٹ دیا ہے۔ مختار الغنی نے افسوسناک لہجہ میں کہا۔

کیا نام ہے اس کے ایڈیٹر کا۔

ارشد القادری۔ مختار الغنی نے کہا۔

ارشد القادری! ارے وہ جو نیر ضلع ایوت محل (مہاراشٹر) کے مناظرے میں آیا تھا۔ جمیل نے چونک کر کہا۔

ہاں ہاں! وہی ناٹا سا آدمی ہے۔ دیکھنے میں چھوٹی سی کھوپڑی مگر بلا کا ذہین اور قلم کا دھنی ہے۔ مختار الغنی نے کہا۔

اونہہ! وہ تو بالکل یوں ہی معلوم ہوتا ہے۔ جمیل نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

جمیل میاں! خالی زبان سے باتیں بنا لینا اور بات ہے اب

دنیا بہت ترقی کر چکی ہے۔ وہ اندھی نہیں ہے اس کے قلم کی فنکاری کا بڑے بڑے سورما لوہا مان رہے ہیں۔ اس نے جماعت اسلامی نام کی ایک کتاب لکھی ہے جسکے بارے میں معتبر ذرائع سے معلوم ہے کہ جماعت اسلامی کے ایک بڑے ذمہ دار شخص نے یہ کہا ہے کہ بھارت اور پاکستان میں جماعت اسلامی کے خلاف جتنا لٹریچر ملتا ہے۔ ان میں سب سے سنجیدہ کتاب ارشد القادری نے لکھی ہے۔

مختار نے کہا۔

آپ نے تو اس کی تعریف کے پل باندھ دیئے۔ جمیل نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

جمیل بھائی! تعریف کے پل نہیں باندھ رہا ہوں۔ حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔ قلم کا فن اور چیز ہے.... پھکڑ بازی اور چیز ہے۔ آپ دیکھتے نہیں۔ کانپور میں جو اخبار دیوبندی جماعت کے ایک فرد نے نکالا ہے اس میں سوائے پھکڑ بازی کے اور کیا ہے خود دیوبندی جماعت اور دوسری سنجیدہ جماعتیں اس سے بیزار ہیں۔ جو کچھ وہ اعتراضات بریلوی حضرات پر کرتا ہے اس کا جواب ارشد القادری اس انداز سے دیتے ہیں کہ اعتراضات مکڑی کے جالے کی طرح تار تار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ بلکہ جوابات اس قدر مضبوط اور استدلال اس قدر محکم ہوتا ہے کہ خود دیوبندی جماعت کے لوگوں کو پسینہ آجاتا ہوگا۔

کوئی تازہ مثال پیش کیجئے۔ جمیل نے سوال کیا۔

جون اجولائی کا جو شمارہ خورشید رسالت نمبر کے نام
گیا ہے اس میں اس نے دیوبندی اخبار کا حوالہ دے کر لکھا ہے۔ کہ
دیوبندی اخبار نے یہ بحث اٹھائی ہے۔ کہ سچا عاشق رسول کون ہے
اور اس سلسلے میں دیوبندی اخبار نے اعلیٰ حضرت بریلوی پر تھانوی کو
ترجیح دی ہے اور دلیل میں قرآن عظیم کے ترجمہ کو پیش کیا ہے۔
مختار الغنی نے کہا۔
وہ کس طرح۔
دیوبندی اخبار نے لکھا ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں بھی خدا نے
اپنے رسول سے خطاب کیا ہے اس کا ترجمہ تھانوی صاحب نے
"آپ" کے ساتھ کیا ہے۔ جب کہ فاضل بریلوی نے "تم" کے
ساتھ کیا ہے۔ مختار الغنی نے کہا۔
واہ! بہت صحیح نشانہ لگایا اس نے۔ جمیل نے مسکرا کر کہا۔
پھر وہی بے وقوفی۔ یہی میں کہتا ہوں کہ آپ بڑے جلد باز ہیں۔ بات
تو پوری سنتے نہیں۔ مختار الغنی نے گھور کر کہا۔
اچھا سنائیے۔ جمیل نے کہا۔
مولانا ارشد القادری نے دیوبندی ایڈیٹر کے علم کو بالکل ننگا کر دیا ہے
اپنے اسی خورشید رسالت نمبر میں جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر
فیصلے کی بنیاد یہی ہے تو تھانوی صاحب کو نشانے پر رکھنے کے
لئے تیار ہو جائیے۔ پھر اس نے چند مثالیں پیش کر دیں۔ جس سے دیوبند

جماعت کی علمی قابلیت کا ستیاناس ہوگیا ہے۔ میں کہتا ہوں کیا ضرورت تھی اس قسم کی بچکڑ بازی کی۔ اور کیچڑ اچھالنا ہی تھا۔ تو کم سے کم پورے قرآن پر نظر ڈال لیتے کہ تھانوی صاحب نے کہیں پر "تم" کا ترجمہ کیا ہے یا نہیں۔ مختار النبی نے کہا۔

کیا مثالیں پیش کیں اس نے۔ جمیل نے پوچھا

یہ آیتیں لکھی ہیں۔

۱۔ تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (پ ۲)
یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔

۲۔ وَإِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى
اور اس کے علم کی شان یہ ہے کہ اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے زیادہ مخفی بات کو جانتا ہے (پ ۱۶)

۳۔ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا (پ ۲۹ ع ۱۲)
ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں۔
اب آپ ہی غور فرمائیے کہ کیا رہ گئی۔ آخر دنیا کیا سمجھے گی۔

ارے ہوگا ہٹائیے۔ کون اسکا رسالہ سب لوگ پڑھتے ہیں۔ جو خبر پھیل جائے گی۔

جمیل نے ٹالتے ہوئے کہا۔

مگر یہ تو ثابت ہوگیا کہ دیوبندی حضرات علم سے کس قدر کورے

ہیں۔ مختار النبی نے سوال کیا۔

ہاں! یہ بات تو ہے۔ جمیل نے کہا۔

ایک نئی مصیبت تو اور آنے والی ہے۔ مختار النبی نے کہا۔

وہ کیا۔ جمیل نے پوچھا۔

میں نے سنا ہے کہ ارشد القادری کے قلم سے نکلے ہوئے مضمون جو کہ "تعزیرات قلم" کے عنوان سے جام نور میں چھپ چکے ہیں۔ ان کو چھوٹی چھوٹی کتابوں میں منتقل کرنے پر غور ہو رہا ہے۔

یہ تو برا ہوگا۔ رسالہ تو خیر یہ تھا کہ آیا اور پرانا ہو گیا۔ ہر وقت کون دیکھتا ہے۔ مگر مستقل طور پر کتاب تو مضر ثابت ہوگی۔

مگر خیر دیکھا جائے گا۔ مختار النبی نے کہا۔

یہ تو بتایئے کہ کون شائع کر رہا ہے۔ جمیل نے پوچھا

وہ کانپور میں "جیلانی کتب خانہ" ہے نا۔ جو بریلوی مسلک کی کتابوں کی اشاعت کرتا ہے۔ اسی کے مہتمم محمد سعید نے ارشد القادری سے اس پر تبادلۂ خیال کیا ہے اور سنا ہے اجازت نامہ مل گیا ہے۔ مختار النبی نے کہا۔

خیر دیکھا جائے گا۔ اچھا بھائی بہت وقت ہو گیا ہے اب اجازت دیجئے۔ جمیل نے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر کہا۔

اچھا خدا حافظ۔

آپ میرا انتظار کیجئے گا۔ میں شام کو سات بجے آپ کے

دولت خانہ پر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ مختار النبی نے کہا۔
ان شاءاللہ اچھا اچھا۔ جمیل نے چلتے ہوئے اشارہ کیا اور روانہ ہو گیا۔

●

دن گزرنے کو ہے مختار النبی، جمیل کے گھر جانے کی تیاری میں مصروف ہیں۔
بیگم ——— ! میں ذرا جمیل کے یہاں جا رہا ہوں۔ ایک گھنٹہ میں واپسی ہوگی۔ مختار النبی نے بیگم کی طرف دیکھ کر کہا۔
اور جلد ہی واپس آنے کی کوشش کیجیے گا۔ بیگم نے کہا۔
انشاء اللہ۔
جمیل کے دروازے پر پہنچ کر۔ جمیل صاحب !
کون صاحب۔ اندر سے آواز آئی۔
مجھے مختار النبی کہتے ہیں۔
اچھا ! ابھی آیا۔ اندر سے آواز آئی۔
باہر نکل کر،
السلام علیکم
وعلیکم السلام۔ مختار النبی نے جواب دیا۔
تشریف رکھیے۔ جمیل نے کرسی بڑھاتے ہوئے کہا۔

ہاں جلدی سنائیے کیا پروگرام ہے۔
مختار الغنی نے پوچھا۔

پرسوں صبح کی ٹرین سے چلنا ہے۔ جیب سے دس دس کے پانچ نوٹ نکال کر، یہ لو اپنی والف کو دے دینا۔ سارا کام چلتا رہے گا۔ پھر واپسی پر دیکھا جائے گا۔ جمیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شکریہ۔ مختار الغنی نے نوٹوں کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

ایک خوشخبری سناؤں۔ جمیل نے آنکھ مار کر کہا۔

ضرور ضرور۔ مختار الغنی نے جواب دیا۔

دو لڑکے نئی عمر کے آج ہی جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ وہ بھی پرسوں ساتھ ہی چل رہے ہیں۔ جمیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہت خوب۔ جب تو بڑا مزا آئے گا۔

اب آپ بالکل تیار ہیں نا۔ جمیل نے پوچھا۔

جی ہاں۔ میں تو تیار تھا ہی۔ اب پوری طرح سکون مل گیا ہے

جمیل بھائی۔ ایک خبر تازہ سننے میں آئی ہے۔
مختار الغنی نے نگاہیں ملا کر کہا۔

وہ کیا۔ جمیل نے پوچھا۔

ہماری تبلیغی جماعت کا ایک بہت بڑا اجتماع صوبہ بہار کے ایک مقام "بتیا" میں ہوا تھا۔ اس کے متعلق یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ تبلیغی جماعت کے کھانے پینے کا انتظام جن سنگھی اور مہا سبھائی لوگوں نے کیا تھا۔

مختار الغنی نے فکر یہ انداز میں کہا۔

کون کہتا ہے۔ یہ بات تو مذاق خانے کی معلوم ہوتی ہے۔

جمیل نے کہا۔

جمیل! تم کس قدر نادان ہو۔ پوری بات تم سننا ہی نہیں چاہتے۔ مختار الغنی نے کہا۔

نہیں نہیں۔ سنائیے۔ میں ضرور سنوں گا۔ یعنی بات یہ ہے کہ میری طبیعت ذرا جلد باز واقع ہوئی ہے۔ کوئی خیال نہ کیا کیجئے۔

جمیل نے مسکرا کر کہا۔

یہ ٹھیک ہے۔ مگر بعض وقت اس عادت سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

خیر چھوڑئیے، اب بات پوری کیجئے۔ جمیل نے سوال کیا۔

یہ خبر کانپور کے ایک دیوبندی اخبار نے چھاپی ہے۔

ہائیں۔ دیوبندی اخبار نے۔ جمیل نے چونک کر کہا۔

وہی تو نہیں، جس کے متعلق آپ نے بتایا تھا کہ کھلکڑ بازی کے سوا اس اخبار میں کچھ نہیں ہے۔ جمیل نے دوبارہ سوال کیا۔

ہاں ہاں وہی !۔

کیا لکھا ہے اس نے سنایئے۔ اگر یاد ہو۔ جمیل نے سوال کیا۔

یاد کون کرتا۔ یہ رسالہ جام نور آیا ہے۔ یہ دیکھو اس نے ہماری تبلیغی جماعت کا ستیاناس کر دیا ہے۔ مختار النبی نے رسالہ جام نور دکھاتے ہوئے کہا۔

مگر اس کی تمام تر ذمہ داری تو پہلے دیوبندی اخبار پر عاید ہوتی ہے کہ اس نے اس قسم کی بیوقوفی کر کے سُنّی اخبارات و رسائل کو مواد کیوں فراہم کیا۔

جمیل نے زور دار الفاظ میں کہا۔

شاباش! آج تم نے معقول بات کہی ہے۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے جو اس وقت تم نے کہا ہے۔

آخر ان بے وقوف دیوبندیوں کو ہو کیا گیا ہے۔ نہ خود کام کرتے ہیں۔ نہ کرنے دیتے ہیں۔ بلکہ ایسی حرکت کرتے ہیں جس سے ہماری ہی راہ میں روڑا لگ جاتا ہے۔ جمیل نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

کیا بتائیں۔ بات یہ ہے کہ نجدی ''لاب'' کے چند تربیت یافتہ پھکڑ تو لونڈے اور بھی تو ہیں۔ جو اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ مختار النبی نے کہا

کاش! ان لوگوں کو عقل آ جاتی - ہم لوگوں کی جماعت کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ فن صحافت کو بھی بدنام کر رہے ہیں -

جمیل نے کہا -

ہاں بات تو صحیح ہے - آج تم نے بہت معقول جوابات دیئے ہیں - مختار النبی نے جمیل کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا -

وہ عبارت تو پڑھیئے - جو دیوبندی اخبار نے لکھی ہے -

جمیل نے پھر سوال کیا -

خبر سے پہلے مولانا ارشد القادری کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے -

"گھر کے ناتجربہ کار بھیدی نے پہلی بار اس راز کا افشا کیا ہے کہ (دیتیا) میں تبلیغی جماعت کا جو اجتماع ہوا تھا اس کا سارا انتظام جن سنگھی اور مہا سبھائی ہندؤوں نے کیا تھا۔"

جام نور کلکتہ اپریل ۱۹۶۸ء

خبر کا اصل متن یہ ہے -

منتظمین کون تھے ؟ غیر مسلم ! ذہنیت جن سنگھی اور مہا سبھائی تھا اور جن کے لئے انتظام کیا جا رہا تھا وہ کون تھے ؟ مسلمان !

پیام ملت ۱۵ / فروری ۱۹۶۸ صفحہ

اس کے بعد ارشد القادری نے لکھا ہے کہ

دوسرے پیراگراف میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جن سنگھیوں

کے گہرے تعلق اور پر اسرار وابستگی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا گیا ہے؟
"کوئی مورچھل لے کر ہوا کرنے دوڑا اور کوئی وضو کے لئے حوض کو تیار کروا رہا ہے۔ راشن کی دکانیں شکر کی وافر مقدار اور کھانے کا اعلیٰ انتظام کرنے میں ایک دوسرے پر بازی لئے جا رہا ہے۔ اور اس کوشش میں ہے کہ ان "رشیوں، منیوں" کو جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر دیرانہ وار کو آباد کیا ہے۔ دنیا کے بدلے آخرت کی تیاری کے لئے فوراً خود کو وقف کر دیا ہے۔ کوئی تکلیف نہ ہو۔
اور بجز سون سان (نادان ایڈیٹر کو سنسان کا املا بھی معلوم نہیں ہے) بے آب و گیاہ میدان میں ضروریات زندگی کی ہر وہ چیز بڑی تعداد میں موجود ہے جس کی کسی وقت بھی ضرورت ہو سکتی ہو۔

پیام ملت کانپور ۱۵ فروری ۱۹۶۸ ص۵

نوٹ:۔ ان حوالوں کو جو غلط ثابت کر دے اسے دس ہزار روپیہ بطور انعام دیئے جائیں گے۔

(ایڈیٹر جام نور)

یہ ہے روح فرسا خبر جس نے ہماری تبلیغی جماعت کا سارا بھرم کھول دیا ہے۔ مختار النبی نے افسوسناک لہجہ میں کہا۔

بات تو حقیقت آمیز ہے۔
میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ان خبروں کو شائع کرتے وقت ان
ایڈیٹر صاحب کا دماغ کہاں چلا گیا تھا۔
خیر چھوڑیئے۔ اب ضروری کام کرنے ہیں۔ اجازت چاہوں گا
جمیل نے کہا۔
اچھا میں چل رہا ہوں۔ مجھے خود بھی جلدی تھی۔ مگر یہ باتیں بھی
کرنا ضروری تھیں۔
علیک سلیک کرکے مختار النبی اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

●

مختار النبی آج جماعت کے ساتھ باہر دورے پر جانے کے
لئے سامان سفر باندھ رہے ہیں۔ بیوی بھی ہاتھ بٹا رہی ہے۔ چند
نصیحتیں کرکے مختار النبی نے خدا حافظ کہا۔ اور اپنے امیر جماعت
کے دولت خانہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچے تو تمام لوگ انہیں
کا انتظار کر رہے تھے۔ سب لوگ کھڑے ہو گئے اور اسٹیشن
جانے کے لئے رکشوں کا انتظام ہونے لگا۔ جماعت کے تمام
افراد اب اسٹیشن پر براجمان ہیں۔ گاڑی آئی تو سب لوگ ایک
ڈبہ میں سوار ہو گئے۔ مین پوری اسٹیشن پر اتر گئے۔ وہاں سے
بستی میں پیدل ہی چلنے کی تیاری ہوئی اور خراماں خراماں یہ قافلہ آبادی

کی طرف بڑھنے لگا۔

قیام گاہ پر پہنچ کر سب لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ مقامی جماعت والوں نے آکر مبارکباد پیش کی۔

اب روزانہ جماعتی سرگرمیاں ترقی پر ہیں۔ خوب خوب تقریریں ہوئیں۔ آج ایک محلہ کی مسجد میں پڑاؤ ڈالا گیا ہے۔ جماعت کے سب لوگ مسجد میں رونق افروز ہیں۔ محرم کا مہینہ چل رہا ہے۔ کوئی بیٹھا ہے کوئی لیٹا ہے۔ چند لوگوں کے ساتھ امیر جماعت باتیں کرنے میں مشغول ہیں۔ اتنے میں ایک صاحب ہاتھ میں کچھ لئے ہوئے دروازے کے اندر داخل ہوئے اور زور سے کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامْ۔ جماعت والوں نے جواب دیا۔

امیر کے قریب آکر۔ لیجئے یہ اپنے برتن میں منتقل کروا لیجئے آنے والے نے کہا۔

امیر نے برتن کھول کر دیکھا۔ تو اس میں محرم کے مہینہ کی خاص چیز جس کو کھچڑا کہتے ہیں وافر مقدار میں موجود تھا۔ بوٹیاں بھی کافی نظر آرہی تھیں۔ امیر جماعت کے منہ میں پانی بھر آیا۔

مَاشَاءَاللّٰہ! آپ نے بڑی زحمت فرمائی۔ امیر جماعت نے آنے والے کی طرف دیکھ کر کہا۔

نہیں نہیں زحمت کی بات کیا ہے۔ آپ ہمارے محلہ کی مسجد میں

تشریف فرما ہیں۔ ہمارے نزدیک آپ مہمان کی حیثیت سے ہیں اور مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا ایک مسلمان کا اخلاقی فرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہمانوں کی خاطر تواضع کو بہت پسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے۔ اجنبی نے الفاظ پر زور دے کر کہا۔

بے شک بے شک۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

امیر نے جواب دیا۔

آپ کا اسم گرامی کیا ہے۔؟ امیر نے پوچھا۔

مجھے نبی بخش کہتے ہیں۔

لیجئے جمیل بھائی یہ کھچڑا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیجئے۔ اور آپ کا برتن آپ کے حوالے کر دیجئے۔ امیر نے اپنے ایک ساتھی کی طرف دیکھکر کہا۔

آگے بڑھ کے لائیے۔ جمیل نے کہا۔

کھچڑے کا خالی برتن نبی بخش کی طرف بڑھاتے ہوئے۔ لیجیے

جزاک اللہ۔ جمیل نے مسکرا کر کہا۔

آنے والا اپنے برتن لے کر، ایک دو منٹ میں ہو گیا۔

امیر جماعت فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ہاتھ دھوتے ہوئے بولے۔

لاؤ بھئی جلدی سے یہ سب ابھی کھا لیا جائے۔ سب لوگ آجائیں۔

سب لوگ ہاتھ دھو دھو کر امیرِ کارواں کے گرد جمع ہو گئے مگر ایک صاحب نہیں آئے۔

ارے مختار النبی صاحب تشریف لایئے آپ کیوں وہاں بیٹھے ہوئے ہیں: امیر جماعت نے کہا۔

ارے مختار بھائی! آیئے آیئے۔ میں نے تو دیکھا ہی نہیں۔ آپ وہیں بیٹھے رہ گئے۔ جمیل نے زور دار الفاظ سے مخاطب کیا۔

اپنی جگہ سے۔ کیا آپ مجھ کو مسجد میں مُنوّد کھلانا چاہتے ہیں مختار النبی نے کہا۔

ذرا دھیرے بولیے مختار بھائی!

کیوں اس میں کیا ہے؟ مختار النبی نے جواب دیا۔

کوئی ادھر ادھر سن لے گا۔ تو آفت آ جائے گی۔ رہنا دشوار ہو جائے گا۔ امیر نے کہا۔

کیوں آپ ایسا کام کرتے ہیں۔ کھچڑا لینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ پڑھے لکھے ہو کر بھی اس قسم کی جہالت میں مبتلا ہیں۔ ہمارے مختلف اکابرین اپنی کتابوں میں فاتحہ و نیاز کے کھانے کو حرام و ناجائز بتا چکے ہیں۔ بلکہ فاتحہ کرنا ہی پوجا پاٹ کے مثل ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو مولانا مودودی کی

کتاب پڑھ لیجئے۔ نیز مولانا تھانوی کی کتابیں بھی اس کا کھلا ہوا ثبوت ہیں۔ مختار النبی نے بگڑ کر کہا۔

مختار میاں! اگر تبلیغ کرنا ہے تو موقع پر موقع یہ سب کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ عوام بھڑک جائیں گے۔ اس قسم کی باتیں نہ کیجئے۔

امیر نے پاس آکر کہا۔

خیر آپ لوگ کھائیں۔ میں جان بوجھ کر مسجد میں شکور نہیں کھاؤں گا۔ مختار النبی نے جواب دیا۔

امیر صاحب کو بڑی بے چینی تھی۔ جلدی سے گئے اور کھانا شروع کر دیا۔ تمام جماعت والوں نے بھی اپنے امیر کا ساتھ دیا۔ ذرا دیر میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کا کھچڑا بندی سوداگروں کے پیٹ کی نذر ہو گیا۔

جمیل میاں! ذرا وہ پتھر کا ٹکڑا اٹھا لانا۔ امیر نے گلا ہاتھ میں لے کر کہا۔

پتھر کا ٹکڑا پیش کرتے ہوئے لیجئے۔ حاضر ہے۔

نلے کو ٹھیک ٹھیک کر امیر صاحب نے گودا نکالا اور چٹ کر گئے۔ اور ایک زوردار ڈکار لیتے ہوئے کہا۔ الحمد للہ۔

ذرا پانی پلانا بھائی۔ امیر نے جمیل کی طرف دیکھ کر کہا

یہ لیجئے۔ جمیل نے گلاس بڑھاتے ہوئے کہا۔
کتنا لذیذ تھا کھچڑا۔ ایک تبلیغی نے کہا۔
بوٹیاں بھی بڑی ذائقہ دار تھیں۔ دوسرا بولا
مختار النبی صاحب تو فتویٰ بازی ہی میں رہ گئے۔
پہلا تبلیغی بولا۔

ارے جانے دیجئے۔ پاگل ہیں۔ ابھی یہ کیا جانیں کہ اپنا مذہب کیسے پھیلانا چاہیئے۔ کانپور کی مثال ہمارے سامنے ہے وہاں ہمارے بڑے پیشوا جب درس دیا کرتے تھے تو شروع زمانے میں وہ میلاد کی محفلوں میں جاتے اور کھڑے ہو کر سلام پڑھتے تھے اور جیسے جیسے لوگ قریب آتے گئے ان کو حرام و بدعت کی صحیح تعریف بتا کر اس کام سے نفرت دلاتے گئے۔ یوں زمین ہموار کی جاتی ہے۔ یہ تھوڑی کہ ایک دم کھل کر سامنے آجائیں۔
دوسرا تبلیغی بولا۔

یہ مختار النبی قابل بہت بنتے ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو ابھی یہ تبلیغ کی مت سے بھی واقف نہیں ہیں۔ پہلا تبلیغی بولا۔

بالکل سچ فرمایا آپ نے۔ دوسرا بولا۔

ارے بڑی خیریت یہ ہوئی کہ اس گفتگو کے وقت وہ نئے لونڈے جو ساتھ آئے ہیں۔ وہ نہیں تھے۔ وہ تو کہیئے امیر جماعت کی بات ختم ہونے پر وہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ ورنہ غضب

ہو جاتا۔ وہ نئے لڑکے فوراً بھڑک جاتے۔ پہلا بولا۔

ہاں مجھے تو انکا دھیان ہی نہیں رہا۔ دوسرا بولا۔

ابھی یہ گفتگو چل ہی رہی تھی کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ اور اس نے زوردار الفاظ میں یا رسول اللہ کا نعرہ لگایا۔

سارے تبلیغی چونک پڑے۔ دیکھا تو ایک موٹا تازہ آدمی ڈنڈا ہاتھ میں لئے اندر کھڑا سب لوگوں کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس اب چڑھ بیٹھے گا۔ مگر وہ وضو خانہ کی طرف چلا گیا۔

بدعتی معلوم ہوتا ہے۔ ایک تبلیغی بولا۔

ارے بڑا پکا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا بولا۔

ان ظالموں کی عقل ماری گئی ہے۔ جمیل نے کہا۔

دوسرے سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں پکارنا چاہیے۔ یہ شرک فی الصفات ہے۔ ایک تبلیغی بولا۔

یہ شرک فی الصفات کسے کہتے ہیں۔ دوسرا تبلیغی بولا۔

یعنی اللہ کی سی صفت کسی دوسرے میں ماننا۔ مثلاً دور سے سن لینا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اسی طرح دوسرے کو بھی سمجھنا کہ یہ دور سے ہماری بات سن لیں گے۔ یہ شرک ہے

پہلے والا تبلیغی بولا۔

اور ہمارے بڑے حضرت نے اپنی کتاب بہشتی زیور کے پہلے

حصہ میں کفر و شرک کی باتوں میں سے بیان ہیں، یہ لکھا بھی ہے کہ کسی کو دور سے پکارنا اور سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی۔ جمیل نے کہا۔

یہ جملہ کچھ پورا نہیں ہوا۔ ایک تبلیغی بولا۔

جی جملہ پورا ہو گیا۔ آپ سمجھے نہیں۔ انہوں نے سرخی اوپر لگا دی ہے کہ کفر اور شرک کی باتوں کا بیان۔

مطلب یہ ہے کہ اس عنوان کے تحت اب جو جملے بولے جا رہے ہیں یا جن باتوں کو بیان کیا جائے گا۔ وہ سب کفر و شرک کی باتیں ہیں۔ جمیل نے کہا۔

اچھا اچھا اب سمجھ میں آ گیا۔ گویا حضرت یہ فرما رہے ہیں کہ کسی کو دور سے پکارنا اور سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی یہ عقیدہ کفر و شرک ہے۔ پہلے تبلیغی نے الفاظ پر زور دے کر کہا۔

ہاں ہاں! للّو بھائی شاباش۔ آپ خوب سمجھے۔

ہیں اب سمجھا۔ یعنی اس بدعتی نے جو نعرہ لگایا ہے وہ ناجائز ہے۔ للّو نے کہا۔

ہاں بےشک! اور اگر آپ کو مزید تحقیق کرنا ہو تو بانی تبلیغی جماعت کے پیر و مرشد کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۹۶ دیکھ لیجئے۔ اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے۔ جمیل نے کہا۔

ارے مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرا ایمان ہے کہ حضرت
والا نے جو کچھ لکھا ہے۔ سب صحیح ہے۔ للّو نے کہا۔
جمیل بھائی ایک بات بتائیے۔ للّو نے پھر سوال کیا۔
وہ کیا۔ جمیل نے پوچھا۔
بعض سنی بریلوی یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اگر چاہیں تو محفل میلاد
میں تشریف لا سکتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ ان
کو اللہ تعالیٰ نے اس کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ زندہ
ہیں۔ للّو نے پوچھا۔
ہمارے ایک بڑے پرانے عالم جو دہلی میں رہتے تھے۔
انہوں نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں ایک حدیث کو اپنی
طرف سے ف بنا کر ایک جملہ حضور علیہ السلام کے لئے خود ہی
لکھا ہے۔ کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ اور
ان کا مدعائے کلام یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے
اس سے یہ ہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ جمیل نے کہا۔
ہاں! انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے تو صحیح ہی فرمایا ہوگا۔

کیا بک رہے ہو تم لوگ۔ ایک کڑکتی ہوئی آواز آئی۔
تبلیغیوں نے گھبرا کر نظر اٹھائی تو وہی موٹا آدمی دکھائی دیا۔ کچھ
نہیں۔ ہم لوگ آپس میں تبادلۂ خیالات کر رہے ہیں۔

جمیل نے گھبرا کر کہا۔

مردود! میں نے سب سن لیا ہے۔ تم کو ثبوت دینا ہوگا کہ یارسول اللہ کہنا کیونکر ناجائز ہے۔ آنے والے نے کہا۔

آپ کا اسم شریف کیا ہے۔؟

مجھے رسول بخش کہتے ہیں۔ کیوں نام کیوں پوچھ رہے ہو۔ آنے والے نے سوال کیا۔

بس ایسے ہی۔ تشریف رکھیئے۔ پھر گفتگو کیجیئے گا۔ تبلیغی نے مسکرا کر کہا۔

بیٹھتے ہوئے۔ لیجیئے میں تو آیا ہی اسی لئے ہوں کہ مجھ کو سمجھایا جائے گا۔ رسول بخش نے متانت سے کہا۔

ہمارے امیر صاحب سے بات کر لیجیئے۔ جمیل نے کہا۔

مردود! سمجھا تو رہا اپنے چیلوں کو اور اب بات امیر سے کر لوں۔ خیر! تو بلاؤ ان کو۔ مجھے آم کھانے سے مطلب ہے۔ پیڑ گننے نہیں آیا ہوں۔

رسول بخش نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

شور وغوغے کی آواز سن کر امیر صاحب خود ہی اُٹھ کر آ

گئے اور فرمایا ، کیا بات ہے - کیوں مسجد میں زور سے بول رہے ہو۔
امیر نے کہا۔

اچھا ، مسجد میں زور سے بولنا تو اسقدر جرم ہے اور نبی کی شان
میں بکواس کرنا کوئی جرم نہیں ۔ معلوم ہوگیا تمہارا دھرم کیا ہے ۔
رسول بخش نے کہا ۔

ارے بھائی کس نے نبی کی شان میں بکواس کی ہے ۔ مجھ کو
بھی تو بتایئے ۔

توبہ توبہ - بھلا نبی کی توہین کوئی کرسکتا ہے - امیر نے کہا ۔
یہ حضرت ہیں ۔ ان سے پوچھئے ۔ کیا سمجھا رہے تھے ۔
رسول بخش نے جمیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

کیا کہا جمیل بھائی آپ نے ۔ امیر نے سوال کیا ۔
کچھ نہیں ۔ علم غیب اور کسی کو دور سے پکارنے کی بات ہورہی
تھی تو میں نے حضرت گنگوہی کی کتاب سے یہ ثابت کردیا کہ
یا رسول اللہ کہنا جائز نہیں ہے ۔ جمیل نے کہا ۔

بھئی آپ پوری بات سمجھے نہیں ۔ میں ابھی آپ کو سمجھائے دیتا
ہوں ۔ ارے للّو ! ذرا میرا ہینڈ بیگ لانا ۔ امیر نے کہا ۔
لیجئے ۔ للّو نے کہا ۔

مولوی کتاب نکالتے ہوئے ، یہ لیجئے فتاوٰی رشیدیہ کامل
میرے پاس اس وقت موجود ہے اس سے سارا مسئلہ حل ہوجائے

گا ۔ امیر نے کہا ۔

ہاں ۔ سمجھائیے ۔ رسول بخش نے کہا ۔

دیکھئے صفحہ ٦٦ پر سوال و جواب دونوں موجود ہیں ۔ امیر نے کہا ۔

پڑھیئے پڑھیئے رسول بخش نے کہا ۔

سوال :- یا رسول اللہ دور سے یا نزدیک قبر شریف سے پکارنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا ۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بہ سبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر مشابہ بکفر ہے ۔ البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو درست ہے ۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندۂ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں ۔ اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں ۔ فقط

رشید احمد
۱۳۰۱

یہ ہے پوری عبارت جس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے

اس سے کیا مطلب نکلا۔ بتائیے۔ رسول بخش نے پوچھا۔
یہی کہ اگر حضور کو یہ سمجھ کر پکارنا کہ ان کو علم غیب ہے
وہ خود سن لیں گے۔ تو ناجائز ہے ورنہ نہیں۔ امیر نے کہا۔
ابھی تک تو یا رسول اللہ کہنے کے جائز نا جائز کا معاملہ تھا
اور آپ نے تو علم غیب کا بھی انکار کرکے اور بات بڑھا دی۔
گویا حضور کو علم غیب بھی نہیں۔ رسول بخش نے کہا۔
علم غیب تو اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ قرآن عظیم میں
آیا ہے۔
وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔
غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں۔ کوئی غیب نہیں جانتا مگر
اللہ۔ امیر نے فاتحانہ انداز سے کہا۔
اور قرآن کی جن آیات میں علم غیب عطا کئے جانے کا تذکرہ
ہے ان کو کیوں فراموش کر دیا۔ عقل کے اندھو! قرآن میں یہ
بھی تو ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا
اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔
غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا
سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔
(ترجمہ کنزالایمان)
اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا
اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے
(کنزالایمان)

تیسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (کنزالایمان)
اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

چوتھی جگہ آیا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
(کنزالایمان)
اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب دے۔ ہاں! اللہ چن لیتا ہے۔ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

یہ آیات آخر تم لوگوں کو نظر کیوں نہیں آتیں۔ رسول بخش نے ذرا تیز ہو کر کہا۔

خیر میں آپ سے زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا! امیر نے لرزتے ہوئے کہا۔

مردود! جب جواب نہیں دے پا رہا ہے تو بحث نہ کرنے کا بہانہ تلاش کرتا ہے۔ رسول بخش نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

ذرا آپ متانت اور سنجیدگی سے بات کیجیے۔ کلو نے کہا۔

تم جیسے بدعقیدہ دنیا بیوں سے متانت اور سنجیدگی۔ خدا کی

قسم تم مرتدوں کی سزا تو بہت سخت ہے۔ مگر افسوس کہ اسلامی حکومت نہیں ہے۔ رسول بخش نے کہا۔

تم لوگ اپنے مولویوں کے لئے علم غیب اور مرنے کے بعد زندہ رہنے کا عقیدہ کیوں تسلیم کرتے ہو۔ رسول بخش نے کڑک کر کہا۔

یہ غلط ہے۔ ہمارا ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ امیر جماعت نے کہا۔

تم جھوٹے ہو۔ یہ دیکھو تمہارے کرتوت جو خود تمہاری جماعت کے افراد نے ظاہر کیا ہے۔ رسول بخش نے کہا۔

کیا ہے یہ! امیر نے پوچھا۔

دیکھئے پڑھیئے۔ رسول بخش نے کہا۔

پڑھتے ہوئے۔ یہ تو جام نور کلکتہ کا خورشید رسالت نمبر ہے آپ لوگوں کے مسلک کا یہ ترجمان ہے۔ امیر نے کہا۔

بیشک ہماری جماعت کے ممتاز اہل قلم علامہ ارشد القادری اس کے ایڈیٹر ہیں۔ رسول بخش نے گرجتے ہوئے کہا۔

تو اس میں میں کیا دیکھوں۔ امیر نے پوچھا۔

صفحہ ۱۹ نکال کر انگلی رکھتے ہوئے۔ یہ پڑھیئے جس میں دیوبند کے ایک رسالہ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ وہابی حضرات اپنے اکابر کو علم غیب بھی مانتے ہیں اور مرنے کے بعد زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ طاقت بھی مان رہے ہیں کہ وہ لوگ جہاں چاہیں گھستے چلے جائیں۔

رسول بخش نے تیز لفظوں میں کہا۔
امیرِ جماعت نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے رسالہ لے کر پڑھنا شروع کیا۔

دیوبندی مردوں کیلئے علم غیب کا دعویٰ:۔ مارچ کے ماہنامہ دار العلوم دیوبند میں ابراہیم بلیاوی کی موت کے سلسلہ میں ایک نہایت دلچسپ خبر شائع ہوئی ہے۔ مرض الموت کے عینی شاہد لکھتے ہیں۔ کہ جب مولوی ابراہیم بلیاوی کی موت کا وقت ہوا۔ تو انہوں نے اپنے لڑکے کو مخاطب کر کے کہا۔

> "حضرت والد صاحب کھڑے ہیں تو ادب نہیں کرتا حضرت مدنی (مولوی حسین احمد) کھڑے ہنس رہے ہیں اور بلا رہے ہیں۔ شاہ وصی اللہ صاحب آئے ہیں مجھ کو اٹھاؤ۔" (ماہنامہ دار العلوم دیوبند ص ۳۸)

اللہ اکبر! دیکھ رہے ہیں آپ! دم مرگ عقیدۂ شرک کی یہ جلوہ آرائی! مدت ہوئی کہ مولوی حسین احمد صاحب دیوبند کے کسی قبرستان میں پیوند خاک ہو گئے اور شاہ وصی اللہ صاحب کا کیا پوچھنا؟ انہیں تو مرنے کے بعد دو گز زمین بھی کہیں نہیں مل سکی۔ سمندر میں ان کا

لاشہ غرقاب کر دیا گیا۔

لیکن واقعہ نگار کے عقیدے میں اگر ان حضرات کو علم غیب نہیں تھا تو بتایا جائے کہ آخر مولوی حسین احمد کو دیوبند کے گورستان میں اور شاہ وصی اللہ کو سمندر کی تہوں میں کیونکر خبر ہو گئی کہ مولوی ابراہیم بلیاوی کا آخری وقت آ گیا ہے۔ انہیں چل کر ہمراہ لایا جائے۔

پھر علم غیب کے علاوہ یہ بھی تسلیم کرنا ہو گا کہ عالم برزخ سے چل کر مرنے والے کے بستر مرگ تک پہونچنے کے لیے انہیں قدرت و اختیار بھی حاصل ہے جبھی تو وہ دندناتے ہوئے ان کے حجرے میں پہنچ گئے۔

معاذ اللہ جذبۂ عقیدت بھی کیا چیز ہے۔ یہی عقیدہ انبیاء و اولیاء کے حق میں ان حضرات کے نزدیک شرک ہے۔ لیکن "اپنے مولانا" کے لیے ایمان بن گیا ہے۔

آخری سطریں پڑھتے ہوئے امیر کے ہاتھ سے رسالہ چھوٹ گیا اور گھبرا کر ہیں ذرا استنجا جا رہا تھا۔ للو کی طرف نظر ڈالتے ہوئے امیر نے گھبرا کر کہا۔

جلدی سے لوٹا بھر کے استنجا خانے میں رکھ کر۔ تشریف لے جائیے۔ للو نے امیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

گفتگو بہت طویل ہو چکی تھی۔ محلہ کے کافی لوگ جمع ہو گئے تھے اور ان تمام جماعت والوں کے گندے عقیدوں پر ملامت کر رہے تھے۔

بعض کو حیرت تھی کہ داڑھی اور یہ نیکر مارکہ پائجامہ۔ یہ پالش کیا ہوا سر یہ چھنے، سلو کی پوٹلیاں اور یہ مسواک کے گچھے، ظاہر اتنا پاک صاف اور عقیدے اس قدر گندے کہ پیغمبر کو علم غیب نہیں۔ یا رسول اللہ کہنا ناجائز۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔

ایک طرف سے آواز آئی، نکالو ان مردودوں کو مسجد سے!
اور مسجد کو دھلوانا بھی پڑے گا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔
اچھا تم لوگ نکلو مسجد سے۔ مسجد کے متولی نے کڑک کر کہا۔
ایک صاحب۔ ارے میں خیرات کو کافی مقدار میں کھچڑا ان لوگوں کو بھیجا تھا کہ بھئی مہمان ہیں، کلمہ نماز کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کو کھلانا ثواب ہے۔ مگر وہ تو سب بیکار ہو گیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ اندھے، لولے، لنگڑے فقیروں کو کھلا دیا جاتا۔ یہ مردود تو دل کے اندھے ہیں۔

اتنے میں امیر صاحب استنجا سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو دیکھا۔ کہ سارے ساتھی براتی اپنا جھولا جھکڑا لئے ہوئے باہر نکل رہے تھے۔ ایک عجیب عالم ہے۔ رسول بخش اپنا موٹا ڈنڈا لئے فاتحانہ شان سے کھڑے ایک ایک کو گھور رہے تھے۔ امیر کو دیکھ کر۔ بس فوراً نکل جائیے۔ خیریت اسی میں ہے۔

رسول بخش نے کڑک کر کہا۔
امیر صاحب بغیر کچھ جواب دیئے باہر نکل گئے اور یہ پورا کارواں اسٹیشن کی جانب روانہ ہو گیا۔
جماعت کے چلے جانے کے بعد رسول بخش صاحب نے ساری مسجد کو دھلوایا اور محلہ والوں کو ہدایت کر دی کہ آئندہ ان ظالموں کو ہرگز نہ آنے دیا جائے۔
ایک صاحب کو استنجا معلوم ہوا۔ وہ گئے تو فوراً اندر سے نکل بھاگے۔ لاحول ولا قوۃ۔ منہ بنا کر کہا۔
کیا بات ہے طاہر صاحب۔ رسول بخش نے پوچھا۔
ہے کیا۔ کم بخت استنجا خانے میں غلاظت کر گیا ہے۔
طاہر نے کہا۔
سب لوگ ہنسنے لگے۔
آپ نے سوالات کی ایسی بوچھاڑ کر دی کہ بیچارے کو اس خطرناک منزل سے گزرنا پڑا۔ وہ تو کہیے کہ بڑی خیریت ہوئی کہ مسجد گندی نہیں کی۔ نبی بخش نے کہا۔
خدا ان کے شر سے اُمت کو محفوظ رکھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نبی کریم علیہ السلام نے خبر دی ہے۔
رسول بخش نے کہا۔
کیا خبر دی ہے۔ ذرا ہم لوگوں کو بھی سنائیے۔ نبی بخش نے کہا

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے جس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ حضور سرورِ عالم، عالمِ ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آرہے تھے۔ مدینہ سے کچھ میل دور ایک مقام پر قیام کیا۔

کیا نام ہے اس مقام کا۔ نبی بخش نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا

اس جگہ کا نام جعرانہ ہے۔ سرکار علیہ السلام مالِ غنیمت تقسیم فرمانے لگے تو ایک شخص نے جس کا نام ذوالخویصرہ تھا وہ آیا اور کہنے لگا۔

یارسول اللہ! عدل اور انصاف سے کام لیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ افسوس ہے تجھ پر۔ میں انصاف نہ کرونگا تو کون کرے گا۔ (یعنی میں بے انصافی کروں گا۔ تو دوسرا کون انصاف کرے گا) بیشک تو نا امید اور ٹوٹے میں رہا۔ اگر میں انصاف نہ کروں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔

آپ نے فرمایا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔ اس لئے کہ کچھ لوگ اس شخص کے تابعدار ہوں گے۔ اور تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ اس لئے کہ وہ لوگ ریاکار اور طالب شہرت ہوں گے۔

اور دکھانے کے لیے اچھی طرح نمازیں پڑھیں گے۔ اور روزے رکھیں گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا (یعنی دل پر اثر نہ ہوگا) اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شکار میں سے گذر جاتا ہے۔

رسول بخش کی لمبی تقریر سے سب لوگ بہت متاثر ہوئے۔ اور سب نے عہد کر لیا کہ اب ہرگز ان جماعت والوں کے عمل کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

رسول بخش! بھائی میں نے سنا ہے کہ وہابی دیوبندی حضرات تقیہ کر لیتے ہیں۔ طاہر نے کہا۔

جی ہاں! یہ بات بالکل صحیح ہے۔ رسول بخش نے کہا۔

تقیہ تو رافضی حضرات کرتے ہیں۔ یہ لوگ کب سے کرنے لگے۔ طاہر نے پوچھا۔

وہابی حضرات بھی ہمیشہ ہی سے تقیہ کرتے چلے آئے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے یہ حضرات تقیہ کو ناجائز کہتے ہیں اور شیعہ حضرات جائز کہتے ہیں۔ رسول بخش نے جواب دیا۔

یہ تو بڑی مصیبت ہے۔ اس فریب کی راہ سے ان ظالموں نے نہ جانے کتنے افراد کا ایمان لوٹا ہوگا۔

طاہر نے فکریہ لہجہ میں کہا۔

اس میں کیا شک ہے۔ رسُول بخش نے کہا۔

آج قوم کو کیسے سمجھایا جائے۔ طاہر نے سوال کیا۔

علماء جو بھی طریقہ کار مناسب سمجھتے ہیں اس پہ عمل کر رہے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے قوم تو خود ہی گڑھے میں گرتی جا رہی ہے۔ رسُول بخش نے کہا۔

آج ایک مسلمان کو زندگی گزارنا کس قدر دشوار ہے۔ کہیں جان کے دشمن۔ کہیں ایمان کے لیٹرے اور کہیں خود ہی دوزخ میں جانے کا سامان فراہم کیا جا رہا ہے۔ نبی بخش نے کہا۔

دوزخ میں جانے کا سامان فراہم کرنا کیا معنی۔ طاہر نے پوچھا

یہی جوا، شراب، زنا، چوری، سینما بینی۔ عریانیت۔ بے پردگی، ریڈیو پر گانا سننا، گانے باجے کے ساتھ قوالی وغیرہ وغیرہ۔ نبی بخش بولے۔

ہاں! یہ بات تو سچ ہے۔ طاہر نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

اب اس قوم کا بیڑا غرق ہو کر ہی رہے گا۔ طاہر نے کہا۔

ایسی بات نہ کرو بھائی۔ دُعا کرو کہ مسلم قوم اپنے حال پر نظر ثانی کر کے اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھال لے۔ رسُول بخش نے کہا۔

ان قوالی کرنے والوں نے تو اور ستیاناس مار دیا ہے۔

طاہر نے کہا۔
اس سے منافقوں کو اچھا خاصا مواد مل جاتا ہے اور ہم لوگوں سے بدگمان کرنے میں اس فعل سے بڑی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ نبی بخش بولے۔
اور قوم کا مزاج بھی گانے بجانے سے رنگین ہوتا جاتا ہے طاہر نے کہا۔
وہ تو ہوگا ہی۔ جب صبح اٹھ کر قوالی کے ریکارڈ بجانا شروع کر دیں گے تو اور کیا ہوگا۔ رسول بخش بولے۔
ان لوگوں کا دل بھی نہیں گھبراتا۔ طاہر نے کہا۔
دل گھبرانے کا سوال ہی کیا ہے۔ انسان جو کام کرتا ہے۔ اس میں اس کا دماغ بس جاتا ہے۔ اور اس کو کچھ احساس ہی نہیں ہوتا۔ رسول بخش نے جواب دیا۔
ان لوگوں کے دل نہیں سیاہ خانے ہیں۔ طاہر نے کہا۔
بات تو یہی ہے، ورنہ اس قدر بے حیائی کا مظاہرہ نہ کرتے رسول بخش نے کہا۔
رسول بخش بھائی! میں تو دور ہی سے گانے کی آواز سن کر پریشان ہو جاتا ہوں۔ یقین مانیئے طبیعت گھبرانے لگتی ہے۔ مگر یہ گانے بجانے والے موقع پر موجود رہتے ہیں۔ اور ان کا دل گھبراتا نہیں۔

وہی دل کی بات ہے۔ رسول بخش نے کہا۔

ہم نے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے قوالی کا بہت شدید رد فرمایا ہے۔ طاہر نے سوال کیا۔

ہاں! آپ نے بالکل صحیح سنا ہے۔ رسول بخش نے جواب دیا۔

کس کتاب میں یہ مضمون ہے۔ طاہر نے سوال کیا۔

احکام شریعت میں۔ رسول بخش نے جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبر شریف کو نور سے بھر دے اور ان پر ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔ کسقدر انصاف سے کام لیا ہے اعلیحضرت نے۔ طاہر نے خوش ہو کر کہا۔

وہ سچے نائب رسول تھے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے سرکار نے فرمایا ہے۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

یعنی ـــــــ

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مظہر ہیں۔ آج اعلیٰ حضرت کے نام کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ سچ پوچھو تو اس دور میں معیار حق ہیں۔ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ۔ طاہر نے کہا۔

بلاشبہ وہ معیار حق ہیں بھارت ہو یا پاکستان جو شخص بھی اپنے کو سنی کہتا ہے، وہ بریلوی ہے اور اگر اعلیٰ حضرت سے

بغض و عداوت رکھتا ہے تو وہ منافق وہابی ہوگا۔ یا بالکل ناواقف جو اختلافی مسائل جانتا نہ ہو۔
اچھا آج کل میلاد کی محفلوں سے زیادہ قوالی کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں۔
جی ہاں! قوم کا مزاج تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے۔
دس پانچ برس زندہ ہے تو دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ رسول بخش نے جواب دیا۔
اس نئی نسل کا طرز زندگی کیا ہوگا جو بچپن ہی میں فراٹے کی گالیاں نیز جہالت کے سائے میں پروان چڑھ رہی ہے۔
طاہر نے سوال کیا۔
اللہ رحم فرمائے۔ رسول بخش نے افسوسناک لہجے میں کہا۔
آج وہ قومیں جو ہزاروں سال سے سو رہی تھیں۔ جاگ اٹھی ہیں۔
بلکہ یہ کہیے کہ سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پوری رفتار سے اپنی منزل کی طرف بھاگ رہی ہیں۔
اور جو قوم جگانے آئی تھی وہ خود سو رہی ہے۔

سو گئی۔ یوں کہیے کہ زندہ درگور ہو گئی۔
اکثر لوگ کہتے ہیں کہ علماء قوم کی اصلاح نہیں کرتے۔

وہ غلط کہتے ہیں۔ رسول بخش نے جواب دیا۔
مثال کے طور پر اسی قوالی کو لیجئے۔ کس قدر دھما چوکڑی کا مظاہرہ ہوتا ہے اور یہ کام روز بروز ترقی پر ہے اکثر لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ سنی مولوی تقریر میں انکار نہیں کرتے۔
جو لوگ کہتے ہیں وہ یا تو جھوٹ بولتے ہیں۔ یا ان کو علم نہیں ہے۔ رسول بخش نے کہا۔
وہ کیسے۔ طاہر نے سوال کیا۔
ابھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے اور میں نے خود بہت سے سُنّی علماء کو اسٹیج پر قوالی کے خلاف بولتے دیکھا ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ قوالی کرنے والے طبقہ میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو یہ جانتے ہیں کہ یہ سب ناجائز ہے۔ مگر پھر کرتے ہیں۔
یہ تو بالکل وہی بے نمازی والی بات ہوگئی کہ بے نمازی جانتا ہے کہ نماز نہ پڑھنا عذاب الٰہی کو چیلنج دینا ہے مگر پھر بھی نماز نہیں پڑھتا۔
جی ہاں۔
ایک بات اور سنیئے۔ رسول بخش نے طاہر کا شانہ ہلا کر کہا۔
وہ کیا؟ طاہر نے رسول بخش کی طرف غور سے دیکھکر پوچھا

بالسن منڈی کے ایک جلسہ میں ایک سُنّی مولانا نے اراکین میلاد کے ذمہ دار شخص کو بلا کر کہا کہ اگر آئندہ قوالی کرنا ہو تو مجھے نہ بلانا۔

تو مولانا وہاں گئے کیوں؟ طاہر نے سوال کیا۔

اوہو! تم تو بعض وقت بالکل بھولے بن جاتے ہو۔ جس دن مولانا گئے تھے۔ اس دن میلاد کی محفل تھی۔ اور دوسرے دن قوالی کا پروگرام تھا۔

رسول بخش نے جواب دیا۔

اچھا میں سمجھ گیا۔ یہ تو مولانا نے بڑی گہری بات فرمائی۔ ڈوب مرنا چاہیئے۔ قوالی کرنے والوں کو۔ طاہر نے کہا۔

مگر پانی بھی تو ہو۔ آج کل تو گنگا میں بھی پانی بہت کم ہو گیا ہے۔

تو کسی چوراہے پر جا کر چر ہی میں ڈوب مریں۔ طاہر نے کہا۔

مگر بچ گئے تو گرفتار کرلے جائیں گے۔ اور جوتے گھاٹے میں کھانے پڑیں گے اور مقدمہ الگ چلے گا۔

سب لوگ ہنس پڑے۔

بھئی یہ لطف کی باتیں تو الگ رہیں۔ مگر مولانا کے جملے میں کس قدر مٹھاس ہے۔ طاہر نے کہا۔

جی ہاں۔ بہترین انداز تبلیغ ہے۔ اس سے زیادہ سنی مولوی اور کیا کرے۔ آپ ہی بتایئے کیا وہ ڈنڈا لے کر قوالی کرنے والوں پر پل پڑے۔

اس سے تو بڑا فتنہ ہو جائے گا۔

اجی مولانا کی داڑھی نوچ لی جائے گی۔ نبی بخش بولے۔

ارے جناب یہ کہیئے کہ چارپائی پر لاد کر ہسپتال میں بھرتی کرانا پڑے گا۔ کریم بخش نے مسکرا کر کہا۔

کریم بخش کے جملے پر سب لوگوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔

طاہر بھائی یہ لڑکیاں گریجویٹ بن کر کیا کریں گی۔

نبی بخش نے سوال کیا۔

عشق بازی کریں گی۔ اور ناکامی پر اپنے محبوب کو گولی سے اُڑا دیں گی۔ جیسے لکھنؤ کے ایک ڈاکٹر کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ طاہر نے جواب دیا۔

کالج میں لڑکیوں کو لے جانیوالی بسوں کو آپ نے دیکھا ہے۔

نبی بخش نے پوچھا۔

جی ہاں۔ طاہر نے جواب دیا۔

اس میں خاص بات کیا ہے۔؟ نبی بخش نے پوچھا۔

خاص بات یہ ہے کہ بس کی باریک باریک لوہے کی جالیوں سے حسن پھوٹ پھوٹ کر باہر چلنے والے منچلے نوجوانوں کو بے تاب کر

دیتا ہے۔

طاہر نے جواب دیا۔

مگر جس جگہ سے لڑکی سوار ہوتی ہے۔ اس جگہ تو شکل دیکھنے کو لوگ ترس جاتے ہیں۔

نبی بخش نے کہا۔

ہاں! اس جگہ تو وہ پردہ کی دیوی بن جاتی ہے اور ذرا دور چل کر برقع اتار کر سیٹ پر اور پھر خوب تفریح ہوتی ہے۔

طاہر نے کہا۔

ان کے والدین کسقدر بے حیا ہیں۔ نبی بخش نے کہا۔

بات یہ ہے کہ ماڈرن مسلمان ہیں نا۔ ان کو مغربی تہذیب سے عشق ہے ذرا کچھ زمانہ گذرنے دیجیے۔ پھر دیکھیے گا کہ بے حیائی کا کیسا ننگا ناچ ہو گا۔ طاہر نے جواب دیا۔

مگر یہ دنیا چند روزہ ہے یہاں جس قدر چاہیں بے حیائی کر کے اسلام کو بدنام کر لیں۔ مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ نبی بخش نے کہا۔

غالب کا ایک شعر ہے نا سے

یہاں آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

طاہر کے اِس فقرے پر سب لوگوں نے قہقہہ لگایا۔
ذرا ان ماڈرن مسلمانوں کے لڑکوں کو تو دیکھئے۔
نبی بخش نے کہا۔

جی ہاں! میڈم ان انگلینڈ معلوم ہوتے ہیں۔ طاہر نے جواب دیا۔
یار! ڈاکٹر اقبال نے بھی خوب کہا ہے۔ طاہر نے مست ہو کر کہا۔
کیا کہا ہے! زبان کھولو گے بھی یا اکیلے ہی اکیلے چباتے رہو گے۔
نبی بخش نے پیٹھ پر ہاتھ مار کر کہا۔
اقبال کا ایک شعر ہے ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

واہ۔ واہ بھئی خوب فرمایا ہے۔ جواب نہیں۔ آج کل کے مغرب پرست مسلمانوں کے منہ پر زوردار تھپیڑ ہے۔
نبی بخش نے خوش ہو کر کہا۔
مگر ایک بات ہے۔
وہ کیا۔ نبی بخش نے پوچھا۔
وہ یہ کہ قیامت ہے کہ بے غیرت کو شرم اب بھی نہیں آتی۔
طاہر نے مسکرا کر کہا۔
فضا میں پھر زوردار قہقہے بکھرنے لگے۔
تم لوگوں نے بات کرنے کا ایسا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ کہ ختم

ہی نہیں ہو رہا ہے۔ اپنی ہی کہے جاؤ گے یا کسی دوسرے کی بھی سنو گے۔ نبی بخش نے چیخ کر کہا۔

ضرور ضرور! سنائیے۔ طاہر نے ہمہ تن متوجہ ہو کر کہا۔

آپ لوگوں نے اکبر الہ آبادی کا نام تو سنا ہو گا۔

رسول بخش نے پوچھا۔

ہاں ہاں سنا کیوں نہیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شاعروں میں ان کا نام ہمیشہ زندہ جاوید رہے گا۔ طاہر نے کہا۔

انھوں نے ماڈرن مسلمانوں پر خوب چوٹ کی ہے۔

رسول بخش نے کہا۔

ہاں ہاں مجھے یاد آیا۔ بے پردہ عورتوں پر چوٹ کرنے والا ایک بند مجھے بھی یاد ہے۔ نبی بخش بول پڑے۔

ذرا سنائیے تو سہی۔

اکبر الہ آبادی کہتے ہیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

واہ واہ۔ بہت خوب فرمایا ہے۔ طاہر بولے۔

ہاں ! حضرت آپ کیا فرما رہے تھے ۔ طاہر نے رسول بخش کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔

میں بھی اکبر الہ آبادی کا ایک بند سنانا چاہتا ہوں ۔
ارشاد فرمایئے ۔
کہتے ہیں کہ اکبر الہ آبادی کے ایک دوست انگلینڈ پڑھنے گئے ۔ جب تعلیم مکمل کر کے واپس آئے تو اکبر الہ آبادی بھی اسٹیشن پہنچے ۔ تاکہ اپنے دوست کا استقبال کریں ۔
بڑی گہری دوستی تھی کیا ۔ نبی بخش نے بات کاٹ کر کہا ۔
جی ہاں ! بہت گہری ۔ طاہر بولے
سنو تو بھائی ۔ رسول بخش نے کہا ۔
ہاں فرمایئے ۔
جب گاڑی آئی اور صاحب بہادر ٹرین سے اترے لوگوں نے لپک لپک کر مصافحہ کرنا شروع کیا ۔
کیا نام تھا صاحب بہادر کا ۔ نبی بخش نے پھر بات کاٹی ۔
عبدالغفور خان ۔ رسول بخش نے جلدی سے جواب دیا ۔
ہاں ! پھر کیا ہوا ۔ طاہر نے سوال کیا ۔
ہوا یہ کہ اکبر الہ آبادی حیرت سے اپنے دوست کا منہ دیکھ رہے تھے ۔

کیوں ؟ کیا تھا ان کے منہ میں - طاہر نے پوچھا -
داڑھی مونچھ تو صاف تھی ہی - اچی بھوئیں بھی صفاچٹ نظر آرہی تھیں - رسول بخش نے ہنس کر کہا -

لاحول ولا قوۃ - اس قدر مغربیت کہ انگریزوں سے بھی دو قدم آگے -
ترقی اسی کا نام ہے بابو - نبی بخش نے طاہر کا بازو ہلا کر کہا -
ہاں صاحب ! پھر کیا ہوا ؟ طاہر نے رسول بخش کی طرف دیکھ کر پوچھا -
اکبر الٰہ آبادی کی رگ ظرافت پھڑکی اور برجستہ ایک بند کہا -

آ ہا ہا ! - بڑا مزے دار بند ہوگا - طاہر نے قہقہہ لگا کر کہا -
تم نے ایڈ والنس قہقہہ لگا دیا - نبی بخش بولے -
آج کل تو ایڈ والنس کا زمانہ ہے - طاہر نے ہنس کر جواب دیا -
ہاں کیا فرمایا انہوں نے -
اکبر الٰہ آبادی نے اپنے دوست کی طرف اشارہ کرکے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا -

دیکھو ! عبدالغفور خاں کی طرف
مرد خوش حال اس کو کہتے ہیں

چار دن ابر ڈودن کا صفایا ہے
فارغ البال اس کو کہتے ہیں

ساری محفل کچھ دیر کے لئے قہقہوں کی دنیا میں کھو گئی۔ بعض لوگ تو پیٹ پکڑ کر بجا گئے۔

بھائی داڑھی منڈانے پر ایک شعر حاجی حق حق کا سنیئے نبی بخش بولے۔

ضرور سنایئے۔ آج تو شعر و شاعری ہی کا موڈ چل رہا ہے طاہر نے جواب دیا۔

حاجی حق حق کہتے ہیں ؎

میاں بیوی کے چہرے ہیں صفا چَٹ
ہے بیوی کون سی اس میں بتا؟

واہ واہ۔ کیا طنز ہے۔ جواب نہیں ہے حاجی صاحب کا بھی۔

بھئی یہ حاجی حق حق بڑے پائے کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

جی ہاں! نبی بخش نے ہنس کر جواب دیا

اگر آپ لوگ اجازت دیں تو ایک پوری نظم سناؤں۔ نبی بخش نے کہا۔

ارے ضرور ضرور۔ سب لوگ بولے۔

نبی بخش نے نظم پڑھنا شروع کی۔

نغمہ قرآں کا سننا اور سنانا چھوڑ کر
فلمی گانے گنگنانا آج کل فیشن میں ہے

تھیٹروں کے واسطے پیسے چرانے میں ایں حاذق
مسجدوں سے جی چرانا آجکل فیشن میں ہے

سیلفٹی ریزر نے رخ پہ پیارے پھیر کر
مرد سے عورت بنانا آج کل فیشن میں ہے

اپنی والدہ سے توڑنا اور دنیا دارات دن
اور غریبوں کو دبانا آج کل فیشن میں ہے

اہل یورپ کے اشاروں پر خوشی سے ناچنا
باپ بندر کو بنانا آج کل فیشن میں ہے

سیر کی خاطر نکلنا بیٹھ کر موٹر میں اور
ساتھ کتے کو بٹھانا آجکل فیشن میں ہے

حاجی جی حق حق رو رہا ہے اور ہے رونے کا مقام
کہ ہنسی دلیل کی اڑانا آج کل فیشن میں ہے

جب تک نظم چلتی رہی۔ سب لوگ ہنستے مسکراتے رہے۔
شعر و شاعری کا موڈ آج کہاں سے پیدا ہوگیا۔
رسول بخش نے کہا۔

یہ سب میاں طاہر کی برکت ہے۔ سب سے پہلے غالب کا شعر انہوں نے ہی پڑھا تھا۔ نبی بخش بولے

اگر اجازت ہو تو میں بھی حاجی حق حق کی ایک گرم گرم نظم پیش کروں۔ رسول بخش بولے

واہ! کیا کہنا۔ ضرور ضرور۔ ارشاد فرمایئے۔ سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

نظم کا عنوان ہے۔

آج کل

جی ارشاد۔ طاہر نے مسکرا کر کہا۔

رسول بخش صاحب نے نظم پڑھنا شروع کی ہے

کچھ ایسی تنگ پتلون اپنی ٹیڈی نے سلائی ہے
یہ پہنی کب ہے اس نے بلکہ ٹانگوں پر چڑھائی ہے

واہ واہ! کیا چوٹ کی ہے۔ طاہر بولے۔

بھئی حاجی جی کا بھی اس زمانے میں جواب نہیں۔ نبی بخش بولے

ان کو اکبر بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہونا چاہیے تھا۔

کریم بخش نے کہا۔

ہاں آگے ارشاد فرمائیے ۔ طاہر نے رسول بخش کی طرف اشارہ

کیا ۔ رسول بخش نے پھر زبان کھولی ۔

ادھر انگریز کے دشمن ادھر نقال بھی اس کے

عجب قصہ ہے بھائی مشغل دشمن ہی کی بھائی ہے

پھر واہ واہ کے نعرے بلند ہوئے ۔

نظر آتی ہے بڑھیا بھی جواں میک اپ کے صدقے میں

یہ پوڈر کا کرشمہ ہے کہ کھرچن بھی ملائی ہے

شعر ملاحظہ فرمائیے ۔ رسول بخش نے طاہر کی طرف آنکھ مار

کر کہا ۔

ارشاد ۔ طاہر نے مسکرا کر جواب دیا ۔

ہے عورت ایک لیکن اُس نے شوہر چار پائے ہیں

نئی تہذیب کی عورت بھی گویا چارپائی ہے

اس شعر پر تو محفل ' واہ واہ کے نعروں سے گونج اٹھی ۔

ہر طرف سے مکرر ارشاد کے نعرے بلند ہونے لگے ۔ بعض لوگ

پیٹ پکڑ کر ہنس رہے ہیں ۔

یہ شعر لندن کی عورتوں پر خوب فٹ بیٹھتا ہے ۔

طاہر نے کہا ۔

اور امریکہ کی بھی ۔ نبی بخش بولے ۔

ابھی برطانیہ میں اس وقت ہر سال پچاس ہزار حرامی بچے پیدا ہو

رہے ہیں۔ طاہر نے کہا۔

یہ کہاں کی گوزی لائے۔ کریم بخش نے پوچھا۔

اجی گوزی نہیں۔ روزنامہ ملاپ سنڈے ایڈیشن ۲۵ر اگست ۱۹۶۸ء

میں یہ خبر چھپ چکی ہے۔

اجی شعر سنیئے۔ رسول بخش نے طاہر کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔

جی! ارشاد۔

رسول بخش —— نظر آئی جو ٹیڈی گرل تو عاشق کا دل بولا۔

مجھے آنکھوں نے بوتل کوکا کولا کی پلائی ہے

پھر محفل میں زوردار قہقہے گونجے۔

کبھی جس ہاتھ میں تلوار تھی اب اس میں پرزے

نظر آتا تھا جو غازی وہ اب دیکھو تو نائی ہے

ہمیں انسان بنا دینے کا ملا عزم رکھتا ہے

جناب ڈاروِن تیری دہائی ہے دہائی ہے

واہ واہ۔ بہت خوب فرمایا ہے۔

آخری شعر ملاحظہ فرمائیے۔

ارشاد۔ ارشاد! مختلف آوازیں

ہمارے عیش و عشرت کر فنا کر ڈالا ملا نے

شریعت ہی شریعت کی اب اس نے رٹ لگائی ہے

بہت خوب۔ نبی بخش بولے۔

مقطع ملاحظہ فرمایئے۔

ارشاد۔ طاہر بولے۔

نئی تہذیب کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا حق حق!
وہ اس کمبخت کے رخ پر چپت تو نے لگائی ہے

واہ! مقطع تو خوب رہا۔ طاہر نے مسکرا کر کہا۔

آج کی محفل بڑی رنگین رہی۔

باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک صاحب نیکر پہن کر محفل میں گھس پڑے۔

یہ لیجئے! انگریز کی اولاد آ گئے۔ نبی بخش نے طنز کرتے ہوئے کہا

انگریز کی اولاد کیوں؟ یہ تو مسلمان ہیں۔ کریم بخش نے کہا۔

مسلمان ہیں مگر ماڈرن مسلمان۔

آخر کیوں آپ لوگ مذاق اڑا رہے ہیں۔ آنے والے نے جھینپ کر کہا۔

کیوں آپ نے انگریزوں کی سنت پر عمل کیا ہے۔ نبی بخش نے گلا پھاڑ کر کہا۔

انگریزوں کی سنت لاحول ولاقوۃ۔ بات صاف صاف کہیئے۔ آنے والے نے تیز ہو کر کہا۔

طاہر نے اٹھ کر نیکر کو جھٹکا دے کر کہا، یہ کس کی سنت ہے۔

یہ تو عام مسلمان پہنتے ہیں۔ آنے والے نے شرماتے ہوئے کہا۔

عام مسلمانوں کو چھوڑیئے۔ آپ تو اکثر علماء کی صحبت میں بیٹھتے ہیں۔ آپ تو جان بوجھ کر کبھی نہ کھائیے۔ طاہر نے کہا۔
کس قدر بے حیائی کا لباس ہے نیکر
اچھا بھائی! آج توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی نیکر نہ پہنوں گا۔
آنے والے نے کہا۔
سبحان اللہ! ایک مسلمان کا یہی کردار ہونا چاہیے۔ کہ اسلامی حکم پر سر جھکانے میں شرم نہ کرے۔ نبی بخش نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔
محفل برخاست

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جائیں اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جائیں

یا اللہ جل جلالہٗ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زیرِ سرپرستی

سرمایۂ اہلسنّت حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب

امیر جماعت رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ

جناح کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

مدرسہ ضیاء القرآن

جسمیں حفظ و قرات کا باقاعدہ اجراء ہو چکا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ۔ ڈیڑھ سو کے قریب طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔ بیرونی طلباء کی ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے۔ احبابِ اہلسنت سے تعاون کی اپیل ہے۔

مستقل معاونین } بابو محمد امین صاحب مہر احمد علی صاحب جناب غلام مصطفےٰ صاحب حاجی محمد نذیر صاحب بابو محمد منیر مسلم روڈ۔ حاجی محمد طفیل شاکر مہر محمد ارشد

خادم اہلسنت } محمد شریف قادری مہتمم مدرسہ ضیاء القرآن جامع مسجد رضائے مصطفےٰ۔ جناح کالونی۔ گوجرانوالہ